ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲ رجمادی الاوّل ۱۳۸۹ھ
۱۸ رجولائی ۱۹۶۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

توبہ و مغفرت

محمد یاسین، بندر روڈ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ٥

ترجمہ: اے قوم! تم اپنے گناہ (شرک اور کفر وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ۔ یعنی ایمان لاؤ۔ (اور پھر ایمان لا کر) اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ تم پر خوب بارش برسائے گا۔ (ایمان اور عمل کی برکت سے) قوت دے کر تمہاری موجودہ قوت میں ترقی دے گا۔ پس ایمان لاؤ اور مجرم رہ کر ایمان سے اعراض نہ کرو۔ (بیان القرآن)

حضرت ہودؑ، قوم کو دین و دنیا کی بشارتیں سنا رہے ہیں۔ کیونکہ دینداری کے معنی ضعف، اضمحلال، فقر، افلاس، محکومی اور مظلومیت کے نہیں، بلکہ دین نام ہے قوت و عزت کا۔

یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا

آسمان کے بابرکت دروازے پھر کھل جائیں گے، زمین تمہارے لئے خزانے اُگلے گی۔ اللہ تمہاری قوتوں میں اضافہ کر دے گا۔ تم دنیا میں زبردست نہیں زبردست بن کر زندگی گذاروگے تمہارا افلاس دولتمندی سے بدل جائیگا دل و دماغ میں ایمان کی شمعیں روشن ہوں گی، دولت و قوت ایمان کی کنیز ہے اخدا سے محبت کا نتیجہ رفعت و بلندی ہے، دینداری محرومی و بدقسمتی نہیں۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مختلف پیراؤں میں سمجھاتے رہے ہیں۔ کہ خدا کا اٹل فیصلہ یہی ہے تم مومن ہو جاؤ۔ ہماری رحمتیں اور مدد تمہارے شامل حال رہیں گی، تمہارے قلوب میں ایمان کا آفتاب چمکنا چاہیے، تاریکیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ یہاں اسلام کیا ہے۔ شگفتہ دلی، تازگی دل و دماغ، عین اسی طرح جس طرح آفتاب کے ساتھ روشنی اور حرارت لازمی ہے۔ اسلام اور ایمان محکم کے ساتھ تائید ایزدی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ط اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ٥ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ٥ وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ٥ مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا ٥ (نوح)

ترجمہ: اور اس سمجھانے میں میں نے (ان سے یہ) کہا کہ تم اپنے پروردگار سے اپنے گناہ بخشواؤ، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیئے باغ لگائیگا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔ (میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ) تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو۔

تشریح: ان آیات مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے دین کے متعلق ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ فرمایا ہے۔

عام طور پر دینداری اور مذہب کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں دینداری ترقی و تقدم کی دشمن ہے اور اس کی وجہ سے افلاس، فقر، بے کسی، تقوے اور پاکیزگی قرار پاتی ہے۔ عام طور پر لوگوں کے توہمات یہ ہیں۔ فرمایا۔ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ اگر تم اپنے رب سے تعلقات، عقیدت و ارادت بستہ کر لو اور خلوص کے ساتھ اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کی تلافی چاہو۔ تو وہ ایسا نہیں ہے کہ معاف نہ کر دے اور تم کو اپنی قربت و حضوری کا موقع نہ بخشے۔ تم دیندار ہو جاؤ۔ اس کی اطاعت کا حلقہ اپنے گلے میں ڈال لو۔ پھر دیکھو کیونکر آنکھوں میں نور اور قلب میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ آسمان سے برکات اور انوار کا پیہم نزول ہوتا ہے اور کس طرح تمہارے مال اور اولاد میں اضافہ ہوتا ہے تم دیکھوگے یہاں جنت میں تمہارے لئے باغ ہیں، نہریں ہیں اور نہایت تکلف اور ٹھاٹھ کی زندگی ہے۔ یہ محض غلط ہے کہ خدا کے ساتھ انتساب اور عقیدت کا نتیجہ محض افلاس ہے۔ کیا یہ ذرا بھی قرین دانش ہے کہ وہ خدا جو خزائن ارض و سماوات کا مالک ہے اسی کی دوستی قلاش و مفلس بنادے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں ان نادانوں نے مشہور کر رکھی ہیں جو خود اللہ سے کوئی حسن ظن نہیں رکھتے اور دین کی فطرت سے آگاہ نہیں۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥ (المزمل)

ترجمہ: اللہ سے بخشش مانگو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے

فَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ بَارَکَ وَسَلَّمَ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاِذَا اَخْطَاَ اَوْ اَذْنَبَ فَاَحَبَّ اَنْ یَّتُوْبَ اِلَی اللّٰہِ فَلْیَاْتِ فَلْیَمُدَّ یَدَیْہِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْھَا لَا اَرْجِعُ اِلَیْھَا اَبَدًا فَاِنَّہٗ یُغْفَرُ لَہٗ مَا لَمْ یَرْجِعْ فِیْ عَمَلِہٖ ذٰلِکَ۔

ترجمہ: جب کسی سے کوئی گناہ یا خطا سرزد ہو جائے اور وہ اللہ سے توبہ کرنا چاہے تو اللہ عزوجل کے سامنے ہاتھ اٹھا کر کہے۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے (ان گناہوں سے) توبہ کرتا ہوں اور اب کبھی انہیں نہیں کروں گا۔ تو اس کے تمام گناہ و قصور معاف ہو جاتے ہیں جب تک کہ وہ دوبارہ ان گناہوں میں مبتلا نہ ہو۔

(حاکم عن ابی ابن الدرداء)

فصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔ اللّٰھم اغفر لی ولامۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر: ۶۷۵۴۵

جلد ۱۵ | ۲ رجمادی الاوّل ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ رجولائی ۱۹۶۹ء | شمارہ ۱۱

پاکستان کا آئینی بحران

کیا ۵۶ء کے دستور پر سب کا اتفاق ہے ؟

پاکستان کے صدر مملکت آغا محمد یحییٰ نے ڈھاکہ پہنچنے پر اپنے ایک بیان میں فرمایا ہے چونکہ ۵۶ء کے دستور پر سیاسی جماعتیں متفق نہیں ہیں اس لئے ملکی آئین کے بارے میں چند روز تک میں اپنی رائے کا اظہار کر دوں گا۔

۵۶ء کے دستور کے متعلق ایک عرصہ سے بحث جاری ہے اور چند جماعتوں کی طرف سے اس دستور کی بحالی کا مطالبہ شدّت اختیار کر گیا ہے۔ جماعتِ اسلامی اور بعض دوسری جماعتوں کے رہنما اسے اسلامی آئین قرار دے رہے ہیں اور بعض اسے ناقابلِ قبول اور عوامی مفادات کے خلاف سمجھتے ہیں۔

جمعیۃ علماءِ اسلام کے ساتھ ساتھ دوسری مذہبی تنظیمیں اس دستور کو سراسر غیر اسلامی قرار دے کر یہ مطالبہ کر رہی ہیں کہ پاکستان کا دستور ۳۱ علماء کے پیش کردہ ۲۲ نکات کی روشنی میں مرتب کیا جائے۔ ۵۶ء اور ۶۲ء کے دونوں آئین اسلامی کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔

پاکستان کے دستوری مسئلہ کی بابت قبل ازیں کئی بار اظہارِ خیال کیا جا چکا ہے اور خدام الدین کے ایک گذشتہ شمارے میں جمعیۃ علماء اسلام کے ناظمِ اعلیٰ مولانا مفتی محمود صاحب کے بیان پر تفصیلی تبصرہ بھی کیا جا چکا ہے امروزہ اشاعت میں صرف دستور ۵۶ء کی اسلامی اور جمہوری حیثیت پر مختصراً بحث کی جائے گی تاکہ واقعات و حقائق کی روشنی میں اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ مسئلہ دستور کے سلسلہ میں کس کا مؤقف اسلام اور جمہوریت دونوں کے قریب ہے اور کون سا طریقِ کار ایسا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہم صحیح اسلامی دستور کا عملاً نفاذ کر کے پاکستان کا مقصدِ قیام پورا کرنے کا زریں کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔

پاکستان میں اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے مختلف مکاتبِ فکر کے ۳۱ علماءِ کرام نے کراچی میں ایک اہم اجلاس منعقد کر کے اربابِ اقتدار سے مطالبہ کیا تھا کہ پاکستان کا دستور علماء کے ۲۲ نکات کی روشنی میں مرتب کیا جائے۔

چنانچہ مختلف وزارتوں کے ردّ و بدل کے بعد ۵۶ء میں جب سابق وزیر اعظم چوہدری محمد علی کے عہدِ اقتدار میں ایک دستور مرتب ہوا تو علماء کرام نے ان دنوں یہ مطالبہ کیا تھا کہ موجودہ دستور کی اسلامی حیثیت معلوم کرنے کے لئے ۳۱ علماء کا اجلاس طلب کیا جائے تاکہ تمام علماء کرام نئے دستور کے بارے میں اپنی متفقہ رائے کا اظہار کر کے اس اجلاس کی مشترکہ ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکیں! لیکن نہایت دکھ کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ ان علماء کرام کا آج تک کوئی اجلاس طلب نہ کیا جا سکا اور مزید برآں یہ کہ پاکستان میں اسلامی دستور نافذ کرنے کی علمبردار پارٹی جماعتِ اسلامی نے علماء کرام سے مشورہ کئے بغیر ذاتی طور سے رائے زنی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف مسئلہ دستور اسلامی کھٹائی میں پڑ گیا، بلکہ خود جماعتِ اسلامی بھی انتشار کا شکار ہو گئی۔ مولانا مودودی نے اسے اسلام کے عین مطابق قرار دے دیا اور جماعت کی مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ جب تک اس میں ترمیم نہیں کی جاتی اور اس کے بعض رخنے بند نہیں کر دئے جاتے اسے مکمل طور پر اسلامی دستور نہیں کہا جا سکتا۔!

چنانچہ جماعتِ اسلامی کے ترجمان ہفت روزہ "ایشیا" نے ۱۸ر جنوری ۱۹۵۶ء کے شمارہ میں صفحہ اوّل پر یہاں تک لکھ دیا کہ

"پاکستان کے آئین کا مسودہ خوبیوں اور خرابیوں کا مجموعہ ہے اور تحسین یا مذمت دونوں باتیں جلدبازی میں نہ کہی جائیں۔"

پھر اسی شمارے میں آگے یہ بھی تحریر موجود ہے کہ

"کچھ لوگ اس میں "اسلامیت" اور کچھ "جمہوریت" کے جراثیم تلاش کر رہے ہیں" (حالانکہ یہ دونوں سے خالی ہے)۔

سوال یہ ہے کہ جو چیز ۵۶ء میں اپنے نفاذ کے مرحلہ میں خراب تھی وہ آج کس طرح صحیح ہو گئی۔

اس سلسلہ میں جمعیۃ علماء اسلام کا مؤقف صحیح اور مبنی بر انصاف معلوم ہوتا ہے کہ مسئلۂ دستور کے بارے میں ۳۱ علماء کے ۲۲ نکات کو مشعلِ راہ بنایا جائے اور جن دستوری مسودات پر ملک کی سیاسی، قومی اور مذہبی جماعتوں کا اتفاق نہیں ہے اسے خواہ مخواہ لوگوں پر مسلّط کر دینا آمریت کو تو زیب دیتا ہے لیکن یہ اقدام جمہوری مزاج کے سراسر خلاف ہے۔

ہم صدرِ مملکت آغا جنرل محمد یحییٰ

(باقی صـ۶ پر)

مجلس ذکر

۲ر جمادی الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ر جولائی ۱۹۶۹ء

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے

از حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○
(س الرعد آیت ۲۸)

ترجمہ:- خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔

اسراف اور تبذیر

کبھی اس موضوع پر یہاں پہلے گفتگو نہیں ہوئی، آج اتفاقیہ اخبار اٹھایا۔ تو شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات نظروں سے گزرے۔ یہ سال کے سال دن آتا ہے۔ جیسا کہ عید میلاد النبی کا جشن گزشتہ ماہ منایا گیا۔ آپ نے جلوس وغیرہ دیکھے ہی ہوں گے، علمائے حق نے اُن کی مذمت اور بُرائی ہی بیان کی تھی۔ بجائے اس کے کہ ان کی عظمت، خوبی اور بُرائی کوئی بیان کرتا یا کوئی فضائل بیان کرتا، فضائل کی بات ہوتی تو بیان کرتے۔ لیکن جب یہ ہی تبذیر اور اسراف، اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (س بنی اسرائیل آیت ۲۷)، کے تحت، تو کیا کہا جائے۔

اصلی گیارہویں اور نقلی گیارہویں

سب سے پہلے جب ذکر اللہ کے لئے ہم بسم اللہ کرتے ہیں۔ تو گیارہ دفعہ قل ہو اللہ شریف پڑھتے ہیں۔ اور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح پُرفتوح کو بہ طفیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اب بسم اللہ ہی ہماری حقیقی گیارہویں سے ہوتی ہے لیکن یہاں گیارہویں یہ ہوتی ہے۔ کہ سارا دن بچوں کو دودھ نہیں ملتا بلکتے رہتے ہیں۔ اور دکانوں پہ لسی اور دہی نہیں ملتا، گیارہویں کے زمانے میں یہ چیزیں دستیاب نہیں ہوتیں۔ پوچھا اُن لوگوں سے کہ بھائی کیا بات ہے؟ وہ کہتے ہیں۔ کہ جی ہمیں تو مولویوں نے یہ بتایا ہے کہ اگر گیارہویں نہ دی، گیارہویں والے کے نام پر خیرات نہ دی۔ تو تمہاری گائیں بھینسیں جو ہیں ان کے تھنوں میں کیڑے پڑ جائیں گے اس لئے ہم تو ڈرتے ہیں۔ کہ ایسا نہ ہو کہ ایک دن کا دودھ دینے کی بجائے پوری بھینس ہی نہ دینی پڑ جائے۔

یہ عیسائیت والا تصور ہے

اب دیکھئے کتنا بڑا ظلم ہے، خدا انہیں ہدایت دے، گیارہویں والے کا کیا تصور انہوں نے لوگوں کے دماغوں میں قائم کیا؟ یہ وہی تصور ہے۔ جو عیسائیوں نے اپنی ماننے والی اقوام کے اندر پیدا کیا کہ خدا بڑا ہی ظالم ہے، بڑا ہی جابر ہے۔ جس نے انجیل مرتب کی ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے عہد کو بھی نہیں پایا بہت بعد میں پیدا ہوا اللہ کا بندہ اس نے انجیل مرتب کی اُس کو اُن لوگوں سے واسطہ نہیں پڑا جنہوں نے براہ راست اُن کی زیارت کی، وہ خود اپنے متعلق لکھتا ہے کہ مجھ پر لوگ الزام تراشی کا اور جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہیں۔ (انجیل میں موجود ہے) حالانکہ میں نے خدا کی جباریت اور قہاریت کو لوگوں کے دلوں میں زیادہ سے زیادہ سنگین صورت میں پیدا کرنے کے لئے یہ باتیں کی ہیں۔ میں نے نیک نیتی سے کی ہیں بدنیتی سے نہیں کیں۔ لوگوں کے دلوں میں خدا کا قہر اور جبر اور خدا کے ظلم اور جَور کا اتنا احساس جمایا ہے۔ کہ لوگ لرز اُٹھتے ہیں۔ گناہ کا تصور بھی کرنے سے۔ یعنی خدا پر معاذ اللہ بہتان تراشی عیسٰی علیہ السلام نے نہیں اُن کے بعد کے پیروکاروں نے کی۔ جنہوں نے انجیل مرتب کرکے یہاں بھیجی کیونکہ قرآن حکیم واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالٰے نے تا قیامت لی، اللہ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے اس کو نازل فرمایا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ○ (س الحجر آیت ۹) نیز اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہی دین کے بارے میں اور قرآن کی تکمیل کے بارے میں وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی○ (س النجم آیت ۳، ۴)، اللہ نے گارنٹی دے دی کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں خدا کی طرف سے جبریل امین کے واسطے سے القاء و الہام کی بات فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھ لیا آپ نے کہ سابقہ کتابوں کی حفاظت انسانوں کے سر ڈالی تو نتیجہ جو نکلا۔ وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ اور اللہ نے اپنے ذمے لی تو ایک لفظ آج تک کوئی بدل نہیں سکا۔ لیکن قرآن نے ہر کتاب پر بمعہ بائیبل کے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (س المائدہ آیت ۱۳)، کی بات کا الزام لگایا ہے۔ کہ انہوں نے اللہ کا فرمان تو نکال دیا کُھرچ کُھرچ کے، اپنی طرف سے بڑھایا، گھٹایا اور اُسے خدا کا کلام کہہ دیا اور قرآن میں اللہ نے لفظ رکھا ہے کہ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (س البقرہ آیت ۷۹) کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے اسی طرح اللہ تعالٰی نے الزام لگایا کہ حقیقتاً ان کتابوں کو تو ایک قومی حیثیت حاصل تھی۔ (باقی آئندہ)

دعائے صحت

شمشاد اختر دختر منظور سعید احمد بیمار ہے۔ اور میو ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ قارئین خدام الدین سے عزیزہ مذکورہ کے لئے صحت عاجلہ کاملہ کی درخواست کی جاتی۔ (ادارہ)

۲۵ر ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۱ر جولائی ۱۹۶۹ء

قرآن عزیز سب سے بڑی نعمت ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

بزرگان محترم! دنیا کے کاموں میں کون سا کام ضروری ہے اور کونسا غیر ضروری ——— اس بارے میں انسانی عقل اکثر غلط فیصلہ کر جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جذبات و خیالات کا غلام ہے اور ان کی رَو میں بہہ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کا فیصلہ سب سے زیادہ صحیح اور درست ہوتا ہے کیونکہ اس میں غلطی کا کوئی امکان ہرگز نہیں ہوتا۔

ہر آدمی کا ایک دائرۂ کار ہے

دنیا میں ہر آدمی کا اپنا دائرۂ کار ہے اور حکومت کا ہر محکمہ صرف اپنے فرائض بجا لاتا ہے۔ ڈاکٹر اپنا کام کرتا ہے، انجنیئر اپنا کام کرتا ہے، استاد اپنے فرائض بجا لاتا ہے، پولیس کو اپنے محکمے کا خیال ہوتا ہے، فوج کو ملک کے دفاع کا انتظام کرنا ہے اور وہ اپنے فرائض میں مگن ہے غرضیکہ پوری انسانیت ایک دائرۂ خیال اور مخصوص فکر میں مشغول ہے بلکہ چرند و پرند اور حیوانات حتیٰ کہ فرشتوں اور جنوں وغیرہ کا بھی یہی حال ہے کہ اپنے اپنے دائرۂ کار میں کام کرتے ہیں اسی طرح تمام انسانوں کے اپنے اپنے دوائر ہیں جن میں وہ کام کرتے ہیں — اسی طرح تمام انسانوں کے اپنے اپنے دوائر ہیں جن میں وہ کام کرتے ہیں اور ان کا دماغ، ان کی فکر، ان کے افعال اسی ڈگر اور اسی راہ پر چلتے ہیں جو انہوں نے اپنے لئے منتخب کر رکھی ہے۔ بے دین اپنے نکتۂ نگاہ سے سوچتے اور کام کرتے ہیں۔ لیکن دین دار وحیٔ الٰہی کی روشنی میں سوچتے اور کام کرتے ہیں اور اپنی عقلوں کو وحیٔ الٰہی کے تابع کر دیتے ہیں۔ درحقیقت وہ انسان جو دنیا میں مگن ہے اور بے دینی کی راہ پر گامزن ہے اپنے نفس اور اپنی خواہشات کا غلام ہے ——— اس کی تمام تگ و دو مادیات تک رہتی ہے اور وہ انسانی افکار و خیالات کی روشنی میں چلتا ہے مگر چونکہ انسانی عقل ناقص ہے اس لئے اس کے فیصلے بھی ناقص ہو سکتے ہیں۔ اس کے برعکس دین دار جو وحیٔ الٰہی کی روشنی میں چلتے ہیں، کلام الٰہی کے تابع ہو کر منزل کی طرف گامزن ہوتے ہیں اور اپنی مرضیات کو رضائے ایزدی میں فنا کر دیتے ہیں بالآخر کامیاب و کامران رہتے ہیں۔ کیونکہ خدائی فیصلہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا اور خدائی فیصلہ پر عمل کرنے والے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔

سب سے بڑی نعمت

برادران عزیز! خدا کا فیصلہ یہ ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ و معانی کی تعلیم سب سے بڑا اور اہم کام ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ سارے جہان میں دو نعمتوں سے بڑھ کر اور ان کے مقابلہ کی ہرگز کوئی نعمت نہیں۔ ایک قرآن اور دوسری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی۔

قرآن عزیز کا تقدس

قرآن عزیز کے تقدّس کا یہ حال ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مسجد کا تقدّس بھی قرآن عزیز کی وجہ سے ہے کیونکہ نماز کی اہم ترین چیز بھی قرأتِ قرآن ہے۔ فضول باتیں بھی مسجد میں اس لئے منع ہیں کہ مسجد میں صرف قرأتِ قرآن ہی مطلوب ہے۔

قرآن پاک نہ صرف خود مقدّس ہے بلکہ تقدّس بخش بھی ہے۔ چنانچہ یہ اوروں کو بھی مقدّس بنا دیتا ہے۔ مثلاً کاغذ، جلد، سیاہی، حافظ قرآن سب کو یہ تقدس بخش دیتا ہے۔ حالانکہ ان چیزوں میں ذاتی اعتبار سے تقدس اور قدر نہیں ہے لیکن قرآن پاک ان کو بھی عزت اور قدر بخش دیتا ہے

مذکورہ بالا آیت میں فرمانِ خداوندی ہے کہ یہ قرآن ہم نے اتارا ہے۔ ظاہر ہے جیسا خدا ہے ویسا ہی اس کا کلام ہوگا اور مثل مشہور ہے "کلام الملوک، ملوک الکلام" (بادشاہوں کا کلام باقی کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے)

پھر آیت میں جمع کے جو صیغے

استعمال کئے گئے ہیں وہ خود کلام کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں یعنی اُس خدا کا کلام ہے جو ایک ہونے کے باوجود عقل و حکمت میں غیر محدود اور لاثانی ہے اور اس لئے یہ کلام بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا اور بے مثل ہے۔

یاد کرنے کی چیز فقط قرآن ہے

مزید برآں قرآن عزیز کو "الذکر" کہا گیا ہے جس کے معنی "یاد" کے ہیں۔ اور یہ بھی قرآن عزیز کے تقدس پر شاہد ہے کہ کائنات میں یاد رکھنے کی چیز فقط قرآن ہے۔ اسی لئے بھول بھی بڑی بھول ہے اور سب سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک بھی اسی کا بھولنا ہے۔

محترم حضرات! قرآن عزیز نے ہم کو اس دین کی تعلیم دی ہے کہ جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ صبح کا ایک گھنٹہ یا شام کا ایک گھنٹہ بھی دین کی تعلیم اور تعلم میں صرف کرنا پوری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے ان سب سے بہتر ہے۔

قرآن آسمانی کلام ہے

عزیزانِ گرامی! اس آیت میں "نزلنا" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ آسمانی کلام ہے۔ زمینی نہیں اور یہ بھی اس کی عظمت پر شاہد ہے۔ آخر میں اللہ رب العزت نے فرمایا "انا لہ لحافظون" کہ اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ جس چیز کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند قدوس نے لیا ہے وہ معمولی چیز ہرگز نہیں ہو سکتی ـــ جس درجہ کا محافظ ہے اسی درجہ کی عظیم وہ چیز ہے جس کی حفاظت کا ذمہ لیا جا رہا ہے۔ عام حالات میں دیکھا گیا ہے کہ معمولی چیزوں کی حفاظت اتنی شد و مد سے نہیں کی جاتی جتنی شد و مد سے زیادہ قیمتی اور پیاری چیزوں کی حفاظت کی جاتی ہے ـــ پھر جس درجہ قیمتی چیز ہوتی ہے اُس کی حفاظت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ عام چیزوں کی حفاظت کے لئے چوکیدار مقرر کئے جاتے ہیں لیکن بہت زیادہ قیمتی چیزوں کی حفاظت چوکیداروں کے علاوہ خود چیز کا مالک بھی کرتا ہے اور اسے اپنی تحویل میں اور اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتا ہے اور اس کی چابیاں بھی اپنے پاس رکھتا ہے۔ اسی طرح قرآن عزیز اللہ تعالےٰ کو اتنا پیارا اور اس کی حفاظت اتنی عزیز ہے کہ اس کی حفاظت خود اپنے ذمہ لے لی ہے اور اس کے ظاہری اسباب بھی مہیا فرما دئے ہیں۔

محترم حضرات! قرآن تین چیزوں کا نام ہے۔ الفاظ، معانی اور حقیقت اللہ تعالےٰ نے الفاظ کی حفاظت قُرّاء اور حفّاظ کے ذریعہ سے کرائی۔ معانی کی حفاظت علماء کرام سے کرائی کہ جو خدائی کلام کے چوکیدار ہیں۔ اور حقیقت کی تعلیم چونکہ "اتقیاء" دیتے ہیں اس لئے اس کی حفاظت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صوفیائے کرام سے کرائی گئی ہے۔

پس اے برادرانِ عزیز! قرآن عزیز سے لگاؤ کلام خداوندی سے لگاؤ ہے اور اس کی حفاظت کا کام خدائی کام سے مناسبت ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ مشغولیت رحمت خداوندی اور انعام خداوندی کی دلیل ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی خدمت میں بیش از بیش حصّہ لینا چاہئے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہم دنیا کی حفاظت تو خوب کرتے ہیں جس کی حقیقت بھوسہ سے زیادہ نہیں، لیکن دین یعنی قرآن و حدیث کی حفاظت تھوڑی بہت بھی نہیں کرتے جو کائنات میں سب سے زیادہ قیمتی اور اہم ترین چیز ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس خدمت کی توفیق نصیب فرمائے اور اپنے دین کے لئے ہم سب کو قبول فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!!

بقیہ: اداریہ

کے اس مؤقف کی تائید کرتے ہیں کہ ۱۹۵۶ء کے دستور پر قوم کا اتفاق نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس مؤقف کا اعادہ کرتے ہیں کہ پوری ملتِ اسلامیہ چونکہ ۳۱ علماء کے ۲۲ نکات پر متفق ہے اس لئے اگر آئندہ انتخابات تک کوئی ایسا عارضی دستور نافذ کر دیا جائے جس میں جمہوری طرزِ حکومت کو بنیاد قرار دے کر علماء کے اسلامی مطالبات تسلیم کر لئے گئے ہوں تو پوری قوم کا آپ کو اتفاق و تعاون حاصل ہوگا۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی کتاب ضبط

یہ اقدام موجودہ اربابِ اقتدار کا زرّیں کارنامہ شمار ہوگا ـــ کہ "اسلام" کے عنوان سے ڈاکٹر فضل الرحمٰن سابق ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی انگریزی تصنیف ضبط کر لی گئی ہے اور پاکستان میں اس کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔

یہ وہی تصنیف ہے جس کے خلاف پاکستان بھر میں زبردست احتجاج اور مظاہرے ہوئے تھے اور جن کی بناء پر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو مستعفی ہونا پڑا تھا۔

عوام کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اربابِ اقتدار نے جہاں نہایت ہی مستحسن اور لائق صد تحسین قدم اٹھایا ہے وہاں محکمہ اوقاف کو بھی چاہئے کہ ایک اسلامی مطالبہ کی تائید کرنے کی پاداش میں جن خطباء اور آئمہ کرام کو برطرف کر دیا گیا تھا انہیں بحال کر دے اور ان کے خلاف جو بھی کارروائی ہو رہی ہے اسے ختم کر دے کیونکہ اس کتاب کی ضبطی کا اقدام شاہد ہے کہ عوام کے مطالبات حق و صداقت پر مبنی تھے اور اس دَور کے اربابِ حکومت کا مؤقف صحیح نہ تھا۔

ضروری اعلان

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ سے ملاقات کرنے والے حضرات کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر جمعرات اور جمعہ کو تشریف لایا کریں۔ تاکہ دوسرے ایام میں تشریف لانے والے حضرات کو خواہ مخواہ پریشانی نہ ہو۔

(حاجی بشیر احمد)

ترکی میں تبلیغی جماعت کے ایک مبلغ کی وفات کا دردناک سانحہ

اسلام میں تبلیغی مشن کو فروغ دینے کے سلسلہ میں مثالی کارنامہ

مولانا محمد شفیق قاضی خیلی - استنبول (ترکیہ)

تبلیغی جماعت کے ایک سرگرم کارکن اللہ بخش صاحب چک نمبر ۱۱ ج ب دھنولہ ضلع لائلپور کے رہنے والے تھے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں فوجی خدمات سرانجام دینے کے بعد صوبیدار کے عہدہ سے ریٹائر ہوتے آج کل جیب میڈیکل سٹور کچہری بازار لائلپور میں حصہ دار تھے۔ اس سال تبلیغی جماعت کے ساتھ حج پر گئے۔ حج سے فارغ ہو کر جماعت کے ساتھ ترکی میں تھے کہ اچانک طبیعت خراب ہو گئی تو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ یہ خط جماعت کے امیر نے بطور اطلاع بھیجا تھا جسے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں یہ ایک معلوماتی ذخیرہ ہے۔

حرفِ اوّل

محترمی و مکرمی بندہ جناب قریشی صاحب
زاد اللہ جہدکم فی الدین۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔
رب العالمین کی ذاتِ عالی سے امید ہے کہ آپ بمع رفقاء بخیر و عافیت اور ہم ضعفاء کے لئے دعا گو ہوں گے۔

ہماری جماعت بتاریخ ۱۲ر محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۳۰ر مارچ ۱۹۶۹ء بروز اتوار ترکیہ میں داخل ہو کر ۲۵ر دن مختلف شہروں سکندرون، پیاسہ، درت یول، ارزین، ارزنجان، کماہ، طرابزون، روف چاشیلے، پانار، ریزا میں کام کرتی رہی۔ پھر ۷ر صفر (۲۴ر اپریل) بروز جمعرات ریزا سے بذریعہ بحری جہاز روانہ ہو کر ۱۰ر صفر کو استنبول پہنچے ۲۵ر دن کے قیام میں استنبول و گرد و نواح دیہات کی ۴۵ مساجد میں کام ہوا۔ الحمد للہ اس ۵۴ دن کے دوران ہر جگہ پر خصوصی و عمومی گشتیں و تعلیم و انفرادی اجتماعی دعوت خوب کھلم کھلا ہوتی رہی ہر جگہ پر احباب نصرت فرماتے اور ساتھ نکلتے رہے۔ بعض مقامات پر جماعتیں بنا کر امیر مقرر کئے گئے۔ کام کا طریقہ بتلا کر چالو کرنے کے وعدہ کئے۔ تفصیل ارسال کردہ تین خطوط سے معلوم ہو گئی ہو گی۔

اب ایک جانکاہ اطلاع دیتا ہوں لکھنا شروع نہیں کیا ہے کہ ہاتھ تھرانے لگا اور دل دھڑکنا شروع ہوا مگر بغیر لکھنے کے کوئی چارہ کار نہیں خبر دینا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ بتاریخ ۲ر ربیع الاوّل ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹ر مئی ۱۹۶۹ء بروز دو شنبہ ۳½ بجے (ترکی ٹائم) اذانِ فجر کے وقت بھائی اللہ بخش صاحب جامِ شہادت نوش فرما کر واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

تفصیل یہ ہے کہ ایک روز قبل بروز یک شنبہ بھائی اللہ بخش مرحوم نے ہماری . . . . . .

. . . . . . معتکف والی مسجد (فتحی جامعہ) میں دو گھنٹہ تعلیم کی اور بھائی محب اللہ صاحب ترجمہ کرتے رہے۔ کافی ترک احباب شریکِ تعلیم تھے۔ کیونکہ

اسی ہی روز بعد ظہر مسجد کے ساتھ ملحق مدرسہ فتحی قرآن کرسُولا کا سالانہ جلسہ تھا جس میں ۲۰ حفاظ کی دستار بندی ہونے والی تھی۔ اس مدرسہ کے رئیس احمد چلاپ کولو اور مدیر خواجہ الیاس آفندی ہیں جو اس مسجد کے امام و خطیب اور حکومت کی طرف سے ۵-۶ مساجد کے واعظ بھی ہیں) استنبول کے چیدہ چیدہ علماء و حفاظ و قراء کو مدعو کیا گیا تھا، ہم کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی ہمارے ساتھ بھائی اللہ بخش (مرحوم) بھی بیٹھے تھے اور قراء سے باری باری قرآن سن رہے تھے۔ یہ تقریب عصر تک چلتی رہی اس کے بعد ہم نے روٹی کھائی۔ بھائی اللہ بخش صاحب (مرحوم) نے بھی کھائی (سالن ہمارا اپنا پکایا ہوا تھا) پھر جماعت "سان جامع" "قاسم پاشلہ" میں جا رہی تھی۔ بھائی اللہ بخش صاحب (مرحوم) نے فرمایا کہ اس راستہ میں چڑھائی

بہت ہے۔ کل بھی تھک گیا اگر آج اجازت دی جائے تو اچھا ہے چنانچہ رہ گئے۔ عشاء کو واپس آ کر نماز معتکف والی مسجد میں پڑھی۔ اس کے بعد کتاب پڑھی گئی۔ بھائی محب اللہ صاحب نے ترجمہ کیا۔ اس میں بھی مرحوم بیٹھے رہے کوئی مرض و تکلیف نہ تھی روٹی کے لئے بلایا۔ فرمایا کہ جی نہیں چاہتا پھر چائے کے ساتھ تھوڑی سی روٹی کھائی اور جا کر مسجد کے نچلے حصے میں لیٹ گئے۔ مسجد کے پاس وضو خانے کے کمرہ میں ہم مقیم تھے لیکن بوجہ چھوٹا ہونے کے بعض ساتھی کمرہ میں اور بعض مسجد میں سوتے ہیں (کمرے والوں میں سے میں بھی ہوں) تقریباً ۱۲ بجے رات روٹی

نقل مکتوب از ترکی

برادرِ محترم چوہدری عطا محمد صاحب!
السلام علیکم! احوال آنکہ اللہ پاک کی مہربانی سے ہماری جماعت فریضۂ حج اور زیارت مدینہ منورہ سے سلام عرض کرنے کے بعد ترکی میں پہنچ گئی ہے۔ یہ پہاڑی ملک ہے بہت سرسبز و شاداب علاقہ ہے یہاں پر ابھی سردی ایسی پڑتی ہے جیسی پنجاب میں جنوری کے مہینے میں ہوتی ہے۔
لوگ بہت اچھے ہیں دین کی بات کو بہت عظمت سے سنتے ہیں گو معاشرت مغربی طرز پر ہے مگر دل میں ایمان قوی ہے پاکستانیوں سے محبت کرتے ہیں۔ ہم یہاں پر انشاء اللہ مختلف شہروں میں چار ماہ تک قیام کرنے کے بعد انشاء اللہ پاکستان [illegible] گے۔ مکہ معظمہ میں بھائی ابراہیم اور ان کے ساتھ والوں سے اور برکت علی سندھی سے ملاقات ہوئی تھی [illegible]
الحمد للہ یہ سب بخیریت [illegible]
میرا خیال ہے بھائی ۲۰ اپریل تک [illegible] پہنچ جائیں گے۔ بھائی ابراہیم [illegible] دنیا میں دین کی محنت سے اچھا کوئی کام نہیں ہے کیونکہ اللہ پاک نے اپنے پیارے پیغمبروں اور صحابہ کرامؓ سے اسی دین کی محنت کا کام لیا ہے۔ یہی قیمتی سرمایہ آخرت کے لئے توشہ ہے۔ خدا ہم سب کو اس اعلیٰ محنت کے لئے قبول فرمائے آمین!
میری طرف سے سب حاضرین کو السلام علیکم عرض کر دیویں۔ بچوں کو بہت بہت پیار
از اللہ بخش
۱-۴-۶۹

سے قے کرنے کی آواز آئی میں نے اٹھ کر دیکھا بھائی اللہ بخش ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ قے آ رہے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ بلکہ معدہ بھرا ہوا ہے میں خود قے لانا چاہتا ہوں تاکہ خالی ہو جائے اگرچہ دو دفعہ معمولی دست بھی آئے۔ میں نے کہا کہ کوئی دوائی کا انتظام کیا جائے۔ فرمایا نہیں انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤں گا۔ میں آ کر لیٹ گیا۔ مرحوم کے ساتھ مسجد میں بھائی صاحب علی۔ بھائی حسین خان، بھائی بہرام خان، بھائی محمد اشفاق صاحب، بھائی محمد سرفراز صاحب تھے۔ ان میں سے بعض مسجد کے نچلے حصہ میں تھے اور بعض اوپر۔ بھائی عبدالحمید صاحب اور بھائی محمد سرفراز صاحب کا بیان ہے کہ وضو کرکے نماز پڑھنا شروع کیا۔ جب فارغ ہو جاتے تو ستون کے ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ ہم نے پوچھا کہ یہ کیوں؟ فرمایا کہ اندر معدہ میں درد اٹھتا ہے۔ بیٹھنے میں زیادہ اور کھڑے ہونے میں تخفیف معلوم ہوتی ہے۔ پھر کچھ دوائی ساتھ تھی نکال کر کھائی۔ ہم نے کہا کہ کچھ خدمت فرمائیں؟ کچھ نہیں جا کر لیٹ جاؤ۔ چنانچہ ہم لیٹ گئے۔ یہ کبھی نماز پڑھتے اور پھر کبھی ستون کے ساتھ کھڑے ہوتے پھر جا کر لیٹ گئے۔ اذان فجر سے کچھ دیر قبل بستره خود باندھ کر اٹھایا اور اوپر مسجد میں رکھنے کے لئے خود لے گئے کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب علی دوڑتے ہوئے آئے اور ہیبت ناک لہجے میں کہا کہ اللہ بخش مر گئے —— میں جلدی دوڑتے ہوئے گیا۔ دیکھا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ ہاتھ پیر ٹھیک کرائے اور آنکھیں بند کرائیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ایک مبارک خواب

بھائی صاحب علی نے بتلایا کہ بستره رکھ کر وضو کرنے جا رہے تھے کہ پیر لڑکھڑا گئے۔ میں اس کی آواز سے اٹھ کر دیکھا تو سر ہاتھ پیروں میں اینٹھن پیدا ہو گئی تھی۔ جلدی آپ کے پاس آیا۔ رحمہ اللہ۔

چونکہ اتوار و پیر کو تعطیل تھی تو بھائی محب اللہ ہمارے ساتھ تھے۔ خواجہ الیاس بوجہ کسی عذر کے فجر میں نہ آ سکے اور ان کو بلا کر بتلایا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور گال و پیشانی کو چوم لیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ میں یعنی بندہ محمد شفیق کی اشارہ کرکے) اور تمہارے ہاتھ میں جھنڈا ہے جس کے دو حصے ہیں اوپر والا حصہ سبز رنگ کا ہے اور نیچے سفید اور اس پر تین سطریں لکھی ہوئی ہیں۔

پہلی سطر: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
دوسری سطر: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
تیسری سطر: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

میں نے کہا کہ خواب بہت مبارک ہے لیکن اب اس متوفی کی تجہیز و تکفین کے بارہ میں مشورہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ بندہ محب اللہ، احمد چلاب کولو، خواجہ الیاس آفندی بیٹھ گئے کہ جنازہ کی نماز کہاں پڑھی جائے اور دفن کہاں پر ہو۔ خواجہ الیاس آفندی نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ کا شہید ہے کہ جہاں پر اور بڑے بڑے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے یعنی فاتح سلطان، وہاں پر ان کی بھی نماز جنازہ پڑھا کر ان کے قریب ہی کہیں دفن کیا جائے۔

میں نے عرض کیا کہ ہماری اس کام کی مشابہت صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کے ساتھ ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے قریب میں کہیں دفن کیا جائے۔

محب اللہ نے فرمایا کہ اس کے قریب میں کوئی جگہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ اگر بالکل قریب نہ ہو تو ذرا دور ہی سہی لیکن ہو ان کے پڑوس۔ کیونکہ ان سے ایک نسبت ہے، اس پر محب اللہ نے فرمایا کہ کوشش کریں گے خدا کرے کہ ہو جائے۔ احمد چلاب کولو نے میری تائید کی۔ پھر میں نے کہا کہ دیگر احباب کو بھی ابھی ٹیلیفون پر بلایا جائے ان سے بھی مشورہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ مدرسہ میں سے ٹیلیفون کرنے کی کوشش کی کہ پاکستانی جماعت کا ایک ساتھی، بھائی اللہ بخش آج اذان فجر کے وقت فوت ہو گیا۔ انا للہ ۔۔ الخ۔ جلدی تشریف لائیے تاکہ ان کی تجہیز و تکفین کے بارے میں مشورہ کیا جائے۔ اچانک ہائے کی چیخ اور انا للہ و انا الیہ راجعون کے کلمات زبان سے نکلتے اور فرماتے کہ ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ سب سے پہلے شیخ محمود آفندی تشریف لائے (جو خواجہ الیاس آفندی کے بہنوئی ہیں متبع شریعت، عالم اور سلسلۂ نقشبندیہ کا معروف شیخ ہے ہزاروں کی تعداد میں ان کے مریدین، متعلقین اور شاگرد ہیں۔ اپنے متعلقین سے داڑھی رکھنا، عمامہ کا استعمال اور عورتوں کو پردہ کرنے کی بہت تاکید کرتے ہیں۔ ترکیہ میں ان اعمال پر کسی کی زندگی آنا وہ ولیٔ کامل سمجھا جاتا ہے) آتے ہی بھائی اللہ بخش مرحوم کے چہرے سے چادر ہٹائی۔ ہنس مکھ چہرے (جیسے کوئی سو رہا ہو) کو دیکھ کر شیخ صاحب نے یہ آیت تلاوت فرما کر ترجمہ کیا۔

وَمَنْ یُّھَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَۃً ط وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○

(سورۃ النساء، رکوع ۱۳)

ترجمہ: اور جو کوئی وطن چھوڑ کر جاوے بیچ راہ اللہ کے پاوے گا بیچ زمین کے جگہ بہت اور کشادگی اور جو کوئی نکلے گھر اپنے سے وطن چھوڑ کر طرف اللہ کی اور رسول اس کے کی پھر پا لیوے اس کو موت پس تحقیق بڑا ثواب اس اوپر ذمے اللہ کے، اور ہے اللہ بخشنے والا۔

علاج معالجہ

پھر خواجہ الیاس کو ہدایت دے کر تشریف لے گئے۔ فرمایا انشاء اللہ جنازہ کے لئے آؤں گا۔ بعد میں یوسف چلیک۔ نیازی چلیک سلیمان کچلو۔ حاجی امین آفندی۔ احمد عشق۔ عبدالرحمٰن دوراجی۔ فلمی بلگا وغیرہ یکے بعد دیگرے پہنچے۔ فیصلہ کیا کہ ظہر تک تمام رسمی و قانونی امور سے فارغ ہونا ضروری ہے تاکہ ظہر کے بعد تدفین عمل میں لائی جائے۔ پہلے پاکستانی کونسل میں اطلاع دینے گئے لیکن بوجہ تعطیل کے دفتر بند تھا۔ (پھر دوسرے دن اطلاع دی) پھر ڈاکٹر کے پاس جا کر اس کو لے آئے۔ اس نے دیکھ کر چند سوالات کئے۔ رات کو کیا کھایا تھا؟ کیا

پہلے سے بیمار تھے؟ کیا درد اس سے پہلے بھی ہوا کرتا تھا؟ جوابات دیئے گئے لیکن اس کی تشفی نہ ہوئی۔ فرمایا کہ پولیس کو اطلاع دینا ضروری ہے۔ سب کو تشویش ہوئی، کوئی کہتا کہ پوسٹ مارٹم کرنا پڑے گا۔ کوئی کہتا کہ اس کی تحقیق میں بہت دیر لگے گی۔ ہوسکتا ہے کہ تکفین کل عمل میں لائی جائے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو آسانی سے حل فرمادیا۔ پولیس نے کہا کہ ڈاکٹر سے موت کا سرٹیفکیٹ لاؤ، کہ اچانک مرگیا۔ چنانچہ ایسا کیاگیا۔ پھر پولیس نے آکر اس کی ساری تفصیل پاسپورٹ سے لکھی اور سامان وغیرہ کی چیکنگ کرکے فہرست بنادی اور مجھے ضامن قرار دے کر سامان میرے حوالے کیاگیا۔ پہلے ہم نے لوگوں کو ظہر کا وقت بتلایا تھا۔ چنانچہ یہاں فتحی جامع میں اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مسجد میں صبح سے لوگ آنے شروع ہوئے، مسجد لوگوں سے بھرگئی اور پھر بھی لوگ چلے آرہے ہیں۔ ایک آدمی ٹیلیفون پر مستقل بٹھادیا گیا تھا۔ ٹیلیفون پر ٹیلیفون آرہے ہیں کہ نماز جنازہ کب ہوگی۔ سب کو بعد نماز ظہر مسجد ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتلائی جاتی تھی۔ لیکن پولیس کی تحقیقات میں دیر ہوئی۔ پھر دوبارہ احباب کو بذریعہ ٹیلیفون اطلاع دی گئی کہ انشاء اللہ نماز جنازہ عصر کے بعد مسجد ایوب انصاری رضؓ میں ہوگی۔ کسی کو خبر پہنچی کسی کو نہیں۔ اسی اثنا میں بھائی حبیب اللہ نے آکر بتایا۔ اللہ بخش بہت خوش قسمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت آسانی سے حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے قرب وجوار میں جگہ دلوادی۔ ایسی جگہ ہے کہ سڑک پر سے گزرنے والا ہر شخص آسانی سے دیکھ سکتا ہے اور قبر کھود کر تیار ہے نماز ظہر کے بعد غسل کے لئے اٹھاکر تختہ پر ڈالا گیا۔ خواجہ الیاس نے آکر فرمایا کہ آپ اس کے ولی ہیں، مجھے غسل دینے کی سعادت سے مشرف فرماویں۔ پھر دو اور علماء عبداللہ آفندی، مصطفیٰ آفندی بھی اجازت مانگی۔ چنانچہ اجازت دیدی۔ (تینوں ڈاڑھی والے اور متقی علماء میں شمار ہوتے ہیں، ترکیہ میں ڈاڑھی رکھنا خصوصاً عالم کے لئے بہت مجاہدہ والا عمل ہے) یہاں کے علماء میں یہ ایک اچھی صفت دیکھی کہ میت کو غسل دینے میں بالکل تنفر نہیں کرتے۔ بلکہ نیک آدمی کو غسل دینے میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ جب غسل دے کر کفن پہنا کر باہر لایا گیا تو سب لوگ بے تحاشہ دیکھنے کے لئے دوڑ پڑے۔ بعض نے چوما بھی اور یہ دیکھ کر تعجب کرتے کہ آج تک ہم نے ایسی میت نہیں دیکھی ہے۔ یہ تو ہنس رہا ہے۔ مرا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سویا ہوا ہے یہاں ایک عادت یہ بھی ہے کہ بلدیہ (میونسپل کمیٹی) کی جنازہ لے جانے والی مخصوص گاڑی ہوتی ہے جس میں قبرستان لے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں کے احباب نے فرمایا کہ یہ دین کی محنت کے لئے اللہ کے راستہ میں شہید ہوا ہے ہم اس کو اپنے کندھوں پر اٹھاکر لے جائیں گے۔ چنانچہ دریا کے کنارے تک کندھوں پر لے گئے پھر وہاں سے مستقل پورا چھوٹا بحری جہاز کرایہ پر لے کر اس میں رکھا گیا اور کئی سو لوگ ساتھ سوار ہوتے اور دوسرے کنارے پہنچایا۔ پھر وہاں سے کندھے پر اٹھاکر حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کی مسجد میں لے گئے۔ ہر ایک جنازہ کو کندھا دینا اپنی سعادت سمجھتا تھا۔ بعض نے صرف ہاتھ لگانے کی کوشش کی لیکن بوجہ اژدھام کثیر کے ہاتھ لگانے سے بھی محروم رہے۔ نمازِ عصر تقریباً آدھا گھنٹہ باقی تھا اعلان کیا گیا کہ ختم قرآن ہو چنانچہ دو مرتبہ ختم قرآن کیا گیا۔ تیسری مرتبہ غسل کے لئے تختے پر ڈالا گیا تھا کہ اس وقت ختم قرآن کیا گیا نماز عصر کے بعد جنازہ کے لئے صفیں درست کی گئیں تو میں حیران ہوا کہ اتنا جم غفیر کیسے آیا اور کہاں سے آیا۔ اور ان کو خبر کیسے ہوئی۔ معلوم ہوا کہ جس دوست کو خبر ہوتی وہ اپنے متعلقین کو خبر کردیتا۔ حتیٰ کہ جن جن مساجد میں ہم نے کام کیا ہوا تھا وہاں کے اکثر احباب تشریف لائے ہوئے تھے۔ مفتی اعظم استنبول علی فکری یاؤس آفندی جن کے ساتھ ہم کبھی کبھار ملاقات کرکے حالات سناتے رہتے ہیں اور امسال حرم شریف میں بھی ملاقات ہوئی تھی بذات خود تشریف لائے ہوئے تھے۔ استنبول کے مفتیان وخطباء وآئمہ کرام اور قرآن کریم طلباء خصوصاً چار مدارس کے کہ انہوں نے چھٹی کردی تھی اور وہاں کے سارے طلباء آئے ہوئے تھے۔ اکثر وہ تھے جو صبح سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور سارے دن بھوکے رہے۔ شیخ محمود آفندی کو اجازت دے کر نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ کی شان تھوڑی دیر قبل دوسرا جنازہ بھی کسی کا لایا گیا۔ اس کی نماز بھی شیخ محمود نے پڑھائی، پھر جس وقت دونوں جنازے اکٹھے اٹھائے گئے تو لوگ فرق نہ کرسکے کہ پاکستان کے شہید کا جنازہ کونسا ہے اس لئے غلطی سے بعض لوگ دوسرے جنازہ کے ساتھ گئے۔

رقت آمیز منظر

بھائی اللہ بخش مرحوم کی نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد خواجہ الیاس آفندی کے اندازے کے مطابق چار ہزار سے کسی حالت میں کم نہ تھی لیکن بعض اس سے کم اور بعض اس سے زیادہ بتلاتے ہیں۔ پھر جنازہ کو لے جاکر حضرت ایوب انصاری رضؓ کے پاس روضہ کے پاس رکھا گیا اور اسی مسجد کے امام صاحب رقت آمیز دعاء بالجہر پندرہ منٹ تک مانگتے رہے، بہت کم افراد ایسے ہوں گے جن کی آنکھیں اشکبار نہ تھیں ورنہ اکثر روئے پھر جنازہ اٹھایا گیا۔ ہر ایک شخص اس کوشش میں تھا کہ مجھے بھی جنازہ اٹھانے کی سعادت حاصل ہو مگر ہزاروں کے مجمع میں یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ہر ایک کی تمنا پوری ہو۔ تھوڑا سی تو فاصلہ تھا صرف سڑک پار کرنا تھا۔ سڑک کے کنارے تقریباً دوگز اوپر قبر نمبر ۶۲۵۸ میں تدفین عمل میں لائی گئی جو حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کے قرب وجوار میں ہے۔ طاب اللہ ثراہٗ وجعل الجنۃ مثواہٗ

پھر ایک گھنٹہ تک حفاظ حضرات باری باری قرآن پاک خوش آوازی سے پڑھتے رہے اور سب دم بخود خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ پھر آخر میں شیخ محمود آفندی نے اختتامی تلاوت فرماکر خواجہ الیاس آفندی کو دعاء کے لئے کہا۔ ماشاء اللہ ان کی دعا بھی مستقل وعظ تھا بار بار الداعی الی اللہ والمجاھد فی سبیل اللہ اللہ بخش کا نام لیتے رہے اور دعا ہی میں اُن کے مناقب بیان کرتے۔ خود بھی چشم پُرنم تھے اور دوسروں کو بھی رُلایا۔ اس دوران میں بوجہ کثرت اژدھام کے کئی دفعہ ٹریفک بند ہوا۔ لیکن منتظمین پھر اس کو کھولنے میں کامیاب ہوجاتے۔ فوٹو گرافر نے چوری چھپے میری تصویر لینے کی کوشش کی لیکن مجھے علم ہوگیا۔ بذریعہ مفتی اعظم اس کو منع فرمایا۔ مگر کامیاب

ہوئے۔ ترکی بھائیوں نے ایک غریب الوطن شہید کے ساتھ جس محبت و خلوص کا اظہار کیا اور ہر قسم کی خدمت میں پیش پیش اور اپنے لئے باعثِ فخر اور سعادت سمجھا اور کسی قسم کے اکرام و اعزاز میں کسر نہ چھوڑی وہ ہمارے دل پر نقش ہے کم از کم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بھائی اللہ بخش اپنے گھر میں ہوتے تو اس قسم کی خدمت و اعزاز و اکرام ان کے اقربار و خاندان والے بھی نہ کر پاتے۔ یا یہ صرف اللہ پاک نے ان کے دلوں میں ان کی محبت ڈالدی۔ ہر ایک ایسا محسوس کرتا کہ گویا ہمارے گھر کی میت ہے۔ اور جو بھی ہم سے ملتا تو آنکھیں اشکبار ہوتیں۔ اور تعزیت کے الفاظ "باشنز سا اوسن"۔ (یعنی تمہیں اللہ صحیح و سالم رکھے) کہتے۔ اور اب تک لوگوں کو جب خبر ہوتی ہے تو دور دراز سے تعزیت کے لئے آتے ہیں اور پھر ہم اس میں دعوت کی بات چلاتے ہیں۔ خواجہ الیاس آفندی نے بتایا (اور اس کی مجھ پر تاکید ہے کہ یہ بات ضرور قریشی صاحب کو لکھ دو) کہ میری بیوی نے کہا کہ اللہ بخش مرحوم کی یہاں بیوی ہوتی تو وہ ضرور روتی اور غم کرتی۔ اب چونکہ وہ نہیں ہے تو میں اس کے عوض میں روتی ہوں۔ چنانچہ جب اس نے رونا شروع کیا تو محلہ والوں کو پتہ چلا کہ امام کی بیوی سوگ منا کر رو رہی ہے تو اُن کے پاس محلہ کی عورتیں تعزیت کے لئے آنا شروع ہوئیں۔ اور ان کے غم میں شریک ہوئیں۔ پھر خواجہ الیاس نے بتایا کہ محلہ کی عورتیں اللہ بخش مرحوم کی بیوی کا پتہ مجھ سے مانگتی ہیں تاکہ ہم اُن کے پاس تعزیت کے خطوط ارسال کریں، اس لئے مجھے پتہ دو۔ میں نے پتہ دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا اس کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ تم اپنے مردوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اللہ بخش مرحوم کی طرح دین کی محنت کے لئے تیار ہو کر اس میں کچھ وقت لگائیں۔ یہی سب سے بڑی تعزیت اور نصرت ہے۔ اور اس سے مرحوم کی روح کو بھی مسرت ہوگی۔

محترم قریشی صاحب! یہ بات مجھے نہیں لکھنی چاہیئے لیکن اب آگئی۔ اس لئے لکھ ہی دیتا ہوں کہ میری زندگی میں تین دفعہ ایسے غم سے سابقہ پڑا۔ ایک دفعہ دو بچے یکے بعد دیگرے تھوڑے وقفے سے فوت ہوئے لیکن اس پر مجھے کوئی اتنا غم نہ ہوا پھر میری والدہ فوت ہوئی۔ اگرچہ یہ صدمہ جانکاہ تھا لیکن اپنے کو قابو میں رکھا ہوا تھا۔ اور رویا نہیں لیکن اللہ بخش مرحوم جب یاد آجاتے ہیں تو بے اختیار آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور تھمتے نہیں۔ خدا کی اب یہ حروف جو میں لکھ رہا ہوں تو بھی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کیونکہ مرحوم عجیب صفاتِ حمیدہ سے متصف تھے، نہایت حلیم طبع، متواضع و خدمت گذار اور خاموش طبیعت کے انسان تھے، ضرورت کے مطابق بات کرتے ورنہ ذکر شغل میں مشغول رہتے۔ اطاعت کا مادہ بے حد درجہ تھا۔ ساری جماعت میں میں ان سے زیادہ راضی و خوش تھا۔ اُن کی آخری بات جو کہ میں نے اُن سے سنی، اور اس کے بعد اور بات سننے میں نہیں آئی۔ وہ یہ کہ انشاء اللہ ٹھیک ہوجاؤں گا۔ اس کا مطلب تو اس وقت میں یہ سمجھا کہ اس مرض کی تکلیف سے ٹھیک ہوجاؤں گا لیکن ان کے دنیا سے جانے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس جملہ سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اللہ میاں اور اپنے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ٹھیک ہوجاؤں گا ورنہ ویسے یہ دنیا ٹھیک ہونے کی جگہ نہیں۔ ان کی وفات کے دوسرے دن ہم نے مسجد حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ میں کام کرنے کا پروگرام رکھا۔ اثناءِ بیان میں اللہ پاک نے زبان سے یہ بات نکالی کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ پاک نے دنیا میں دو قسم کے اعزاز و اکرام سے نوازا جو اور کسی صحابی کو یہ اعزاز نصیب نہیں ہوئے۔

یہ سعادت مندی

ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میزبان ہونا۔ ہجرت کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے، ہر ایک صحابی یہ چاہتا تھا کہ حضور پاک صؐ میرے یہاں قیام فرمائیں اور اس پر اصرار کر رہے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری یہ ناقہ منجانب اللہ مامور ہے۔ جہاں یہ جا کر بیٹھے گی وہیں میں قیام کروں گا۔ چنانچہ ناقہ حضرت ابوب انصاری رضؓ کے مکان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ یہ ایسا اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان کو نصیب فرمایا۔

دوسرا یہ کہ جب یہ یزید بن معاویہ رضؓ کے لشکر میں تھے جو قسطنطنیہ آرہا تھا۔ راستہ میں بیمار ہوئے۔ جب یزید عیادت کے لئے آیا، پوچھا کہ آپ کی کوئی حاجت و آرزو ہے، فرمایا۔ صرف ایک حاجت اذا انا مت فارکب ثم اسع فی ارض العدو وما وجدت مساغا فادفنی ثم ارجعی۔ کہ جب میں مرجاؤں تو میری لاش کو دشمن کے علاقہ میں وہاں تک لے جاؤ کہ اس سے آگے لے جانے کی کوئی گنجائش اور کوئی صورت نہ ہو تو وہاں پر مجھے دفن کر کے واپس ہوجانا۔ تو مرنے کے بعد بھی ان کی لاش اللہ پاک کے رستے میں چلتی رہی حتیٰ کہ یہاں قسطنطنیہ (استنبول) میں لا کر دفن کیا گیا۔ تو اس اعزاز سے اللہ پاک نے ان کو نوازا۔

ذرا سوچیئے تو سہی کہاں مدینہ منورہ کہاں استنبول۔

یہ صحابہ کرام کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ آج دنیا میں سو کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد بتلائی جاتی ہے۔ آج کا مسلمان اگر صحابہ کرام جیسی قربانی دینے پر آجائے تو پھر اسی طرح دین چمکے گا اور انہی جیسی اللہ پاک کی نصرت و فضیلت ہمارے ساتھ ہوگی جو صحابہ کرام کے ساتھ تھی۔

الحمد للہ ہمارے لئے یہ باعث صد افتخار کا مقام ہے کہ ہم نے بھی ایک ساتھی پاکستان کا صحابہ کرام کے نقش قدم چلنے والا حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے جوار میں امانتاً چھوڑا۔ اس کی یہ قربانی انشاء اللہ ضرور رنگ لائے گی۔

ہم کل "دس" ساتھی تھے۔ ایک اللہ نے بخش دیا۔ دوسرا صاحب علی دمشقی پاکستانی کے رات پاکستان واپس روانہ ہوجائیں گے۔ کہہ رہے تھے کہ میری چھٹی جولائی تک ہے اس لئے وقت کم ہے۔ کل ہفتہ ۴ بجے کی ٹرین سے انشاء اللہ جرمنی روانہ ہوجائیں گے۔ یہاں سے ہمارے ساتھ چلاب کولو اور نیازی چلاب اور احسان آفندی بھی جا رہے ہیں۔ آپ حضرات کی دعاؤں کے بے حد محتاج ہیں۔ سب احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ والسلام

اسلام میں خواتین کے حقوق و فرائض

حافظ سید رشید احمد صاحب ارشد ایم اے لیکچرار شعبۂ عربی۔ کراچی یونیورسٹی

عورت عہد قدیم میں

قدیم زمانے میں خواتین کی، مال و اسباب اور چوپایوں کی طرح خرید و فروخت ہوتی تھی۔ انہیں کسی چیز کا حق ملکیت حاصل نہیں تھا۔ عورتوں کی حیثیت کنیزوں اور باندیوں کی طرح ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ شوہر کے مرنے کے بعد وہ بھی میراث میں وارثوں کے حصے میں آتی تھیں۔

سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ قدیم زمانے میں عورت کی ہستی کو مشتبہ نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ اسے نجس حیوان اور ذلیل چیز سمجھا جاتا تھا۔ عہد جاہلیت میں پیدا ہوتے ہی اسے بعض قبائل زندہ درگور کر دیتے تھے۔ بعض مذاہب اسے شیطان کا جال سمجھتے تھے اور اسے جنت میں داخل ہونے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ بعض مذاہب اسے مذہبی تعلیم نہیں دیتے تھے۔ اور بعض قومیں انہیں جانوروں کی طرح مقید رکھتی تھیں۔ بعض قوموں میں یہ اجازت تھی کہ باپ اپنی بیٹی کو فروخت کر سکتا تھا۔ اور اگر کسی وجہ سے مرد عورت کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جاتا تھا۔

مگر اسلام نے خواتین کو ایسے مساوی حقوق عطا کئے جو کسی شریعت میں نہیں دیئے گئے تھے۔ چنانچہ کتاب اللہ اور سنت نبوی کے احکام میں مرد و زن یکساں طور پر مخاطب ہیں۔ اور چند مخصوص نسوانی فرائض و احکام کے علاوہ اور کسی حکم میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا ہے۔

احترام نسواں

اسلام نے نہ صرف خواتین کو مساوی حقوق عطا کئے۔ بلکہ مردوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ خواتین کا احترام کیا کریں۔ اور انہیں اپنے سے کمتر نہ سمجھیں بلکہ ان کی بدسلوکی اور ناپسندیدہ باتوں کو بھی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کریں۔ چنانچہ قرآن پاک میں مذکور ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ (۴ : ۱۹)

"تم خواتین کے ساتھ بھلائی کی زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو بہت ممکن ہے کہ تم جس چیز کو پسند نہ کرسکو۔ اس میں اللہ تعالیٰ خیر کثیر کی صورت پیدا کر دے۔"

علامہ ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے یہ حدیث نبوی نقل کی ہے کہ:۔

"خواتین کی وہی عزت کرتا ہے، جو شریف النفس ہوتا ہے اور ان کی وہی توہین کرتا ہے جو کمینہ ہوتا ہے۔"

تقسیم فرائض

خواتین کے اسلامی حقوق کی تفصیل بیان کرنے سے پیشتر یہاں پر یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ قدیم زمانہ میں خواتین کے ساتھ جو حق تلفی ہوئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے کے مذاہب اور ان کے دانشوروں نے مرد و زن کے فرائض کی صحیح تقسیم نہیں کی تھی۔ اسی وجہ سے قدیم معاشرہ میں بہت سی الجھنیں پیدا ہوئیں اور مختلف قومیں افراط و تفریط میں مبتلا رہیں۔ مگر اسلام نے ان کی فرائض کی تقسیم میں صحیح توازن و اعتدال پیدا کیا۔ اسلام نے مرد اور عورت کے فرائض الگ الگ مقرر کئے تاکہ سماجی نظام صحیح بنیادوں پر قائم کیا جائے چنانچہ اس نے مردوں کے یہ فرائض مقرر کئے ہیں:۔

اَلرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ

(کتاب النکاح ۔ صحیح بخاری)

"مرد اپنے اہل و عیال کا محافظ ہے، اور ان کے بارے میں خدا کے سامنے جوابدہ ہے"۔ اس کے برخلاف خواتین کو روزی کماکر کھلانے سے آزاد رکھا گیا ہے اور ان کے فرائض اس طرح بیان کئے گئے ہیں:۔

"عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اپنے اسی کام کی ذمہ دار ہے"۔

(حدیث مذکور)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ خواتین کا دائرۂ عمل خانہ داری ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کے فرائض کو ذمہ داری کے ساتھ ادا کرے۔ ان کا یہ مطلب نہیں کہ وہ گھر کی چار دیواری میں مقید رہے۔ بلکہ اپنے ان فرائض کی تکمیل کے لئے بوقت ضرورت باہر نکل سکتی ہے۔ اور بحالت مجبوری روزی بھی کما سکتی ہے۔ تاہم اس کے بنیادی فرائض امور خانہ داری ہیں۔

مذہبی حقوق

مغرب میں اور دوسرے ممالک میں بالعموم یہ خیال کیا جاتا تھا کہ خواتین کا دین و ایمان صحیح نہیں ہے۔ اسی لئے انہیں مقدس کتابیں پڑھنے سے منع کیا جاتا تھا۔ اور یہ خیال بھی ان لوگوں میں راسخ تھا۔ کہ عورتوں کی روحیں غیر فانی نہیں ہوتیں۔ اس لئے مرنے کے بعد وہ بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ لہذا وہ مومنوں کے ساتھ بہشت میں داخل نہیں ہوں گی۔ یہ خیال اس بنیاد پر مبنی تھا۔ کہ عورتوں میں دینداری نہیں ہوتی ہے۔ مگر اسلام نے اس قسم کے خیالات کی پرزور تردید کی ہے۔ بلکہ قرآن کریم میں جابجا مسلمان مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کو بھی یکساں خطاب کیا گیا ہے۔ اور نیک کام کرنے پر انہیں بھی جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ خداوند تعالیٰ مردوں اور عورتوں میں سے کسی کے نیک اعمال کو ضائع قرار نہیں دیا گیا۔ مندرجہ ذیل آیات میں خصوصیت کے ساتھ خواتین کے ان مذہبی حقوق کی وضاحت کی گئی ہے۔

(۱) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ (پ ۴ : ۱۹۵)

"ان کے پروردگار نے جواب میں ان سے فرمایا۔ "میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے مرد یا عورت کا عمل ضائع نہیں ہونے دوں گا، تم آپس میں ایک ہی ہو۔"

(۲) اس آیت کریمہ میں بلا تفریق مرد و زن پر نیک کام کرنے والے کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ (پ ۵ : ۱۲۴)

"اور جو لوگ نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت۔ اگر وہ مومن ہے۔ تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(۳) مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ

نے مومن مردوں اور عورتوں، دونوں کا صاف طور پر ذکر کرتے ہوئے انہیں جنت میں داخل کرنے اور اپنی خوشنودی کا وعدہ کیا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (پ ۱۰ : ۷۲)

"اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا ہے۔ جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں (یہ لوگ) ہمیشہ رہیں گے۔ دائمی جنتوں میں پاکیزہ مکانات ہوں گے۔ (ان میں) سب سے بڑی چیز اللہ کی رضامندی ہے۔ اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

قومی اور سماجی حقوق

بعض قومیں عورتوں کو ابھی تک اسی قدر حقیر و کمتر سمجھتی ہیں کہ وہ انہیں قومی اور سماجی کاموں میں حصہ لینے سے روکتی ہیں۔ طرح انہیں سیاسی اور قومی حقوق سے کیا گیا ہے۔ مگر اسلام نے ابتدا ہی سے انہیں یہ سب حقوق دے رکھے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں، ان کے مساویانہ حقوق کی وضاحت کی گئی ہے۔ بلکہ نیک کاموں میں انہیں مردوں کے ساتھ تعاون کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (پ ۱۰ - ۷۱)

"مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ یہ سب (مل کر) نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہی لوگوں پر اللہ عنقریب رحم کرے گا۔ بے شک اللہ عزت اور حکمت والا ہے۔"

چنانچہ مسلم خواتین میں قومی اور سماجی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطاب کرنے کے لئے دن مخصوص کر رکھے تھے۔ ان زنانہ مجالس میں آپ نہ صرف اسلامی تعلیم دیتے تھے بلکہ انہیں قومی اور اسلامی کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب بھی دیتے تھے۔ اور آپ کی تعلیم و ہدایت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ مسلم خواتین مسلمانوں کی قومی اور ہنگامی ضرورتوں کے موقع پر دل کھول کر مالی امداد کرتی تھیں جیساکہ کتب حدیث میں مذکور ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے حکم کے مطابق مسلم خواتین زمانۂ امن اور زمانۂ جنگ دونوں زمانوں میں اپنے مسلم مردوں کے دوش بدوش قومی کاموں میں حصہ لیتی تھیں۔ اسلامی جنگوں میں وہ مجاہدوں کے لئے کھانا تیار کرتی تھیں۔ انہیں پانی پلاتی تھیں۔ اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔

زمانہ امن میں وہ مساجد میں مردوں کے ساتھ پچھلی صفوں میں نماز پڑھتی تھیں۔ ضرورتمندوں کی مالی امداد کرتی تھیں۔ حج کے فرائض میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ اور اسلامی احکام کی تبلیغ میں مردوں کی طرح سرگرم عمل رہا کرتی تھیں۔ وہ اسلامی احکام کے سلسلے میں حق بات کہنے میں کسی خلیفہ یا حاکم سے نہیں ڈرتی تھیں۔ بلکہ کھلم کھلا ان پر اعتراض کیا کرتی تھیں۔ جیساکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر ایک بڑھیا نے برسر مجمع اعتراض کردیا تھا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بات کو تسلیم کرلیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بھاری مہر باندھنے کی برسر منبر مذمت فرمارہے تھے۔ کہ ایک بڑھیا نے کھڑے ہوکر کہا:-

"کیا خلیفہ قرآن کریم سے ناواقف ہیں قرآن کریم میں مذکور ہے۔

"وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا"

یعنی" اگر تم ان میں سے کسی کو خزانہ دو۔ تو اس میں سے کوئی چیز نہ لو"

یہ آیت سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہوگئے۔ اور انہوں نے اس بڑھیا کی بات تسلیم کرلی۔

معاشی حقوق

خواتین پر اسلام کا یہ سب سے بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے ان کی معاشی حیثیت کو بہت بلند کیا ہے اور انہیں وسیع اور آزادانہ معاشی حقوق عطا فرمائے ہیں۔ اسلام نے تقریباً چودہ سو سال پہلے خواتین کو حق ملکیت و میراث اس وقت عطا کردیئے تھے۔ جبکہ دنیا کی مہذب قوموں میں ان کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔ اس وقت مسلم خواتین کو وہ معاشی حقوق حاصل تھے جو اب بھی یورپ اور امریکہ کے بعض مہذب ممالک میں خواتین کو حاصل نہیں ہوئے۔ چنانچہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بڑی جدوجہد کے بعد خواتین کو حق ملکیت اور آزادانہ مالی تصرف کا حق حاصل ہوا۔ لیکن یورپ کے بعض ممالک اور فرانس میں اب بھی خواتین مالی تصرفات اور عدالتی معاہدوں میں اپنے شوہروں کی رضامندی حاصل کرنے کی پابند ہیں۔ مگر قرآن کریم نے چودہ سو سال قبل یہ اعلان کردیا تھا کہ:-

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ (پ ۴ - النسآء)

والدین اور رشتہ داروں نے جو (مال) چھوڑا ہے اس میں سے مردوں کا حصہ ہے۔ اور والدین اور رشتہ داروں نے جو (مال) چھوڑا ہے۔ اس میں سے عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ خواہ وہ زیادہ ہو یا تھوڑا۔ یہ حصہ مقرر کردہ ہے۔

خواتین والدین اور رشتہ داروں کی میراث سے مقررہ حصہ حاصل کرنے کے علاوہ دیگر ذرائع سے بھی اپنے معاشی حقوق حاصل کرتی ہیں۔ وہ نکاح کے موقعہ پر شوہر سے مہر کی گرانقدر رقم حاصل کرتی ہیں۔ وہ نکاح کے بعد ان کا نان و نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہوتا ہے کیونکہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ عورت خواہ کتنی ہی مالدار ہو۔ شوہر اس کے تمام اخراجات ادا کرے گا۔

یہ معاشی حقوق جو اسلام نے خواتین کو دیئے ہیں۔ اس قدر وسیع ہیں کہ قدر وسیع ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو وہ اپنا معاشی معیار مردوں سے بھی زیادہ بلند کرسکتی ہیں۔ اور ان کی بہ نسبت زیادہ خوشحال رہ سکتی ہیں۔ کیونکہ مردوں کے اخراجات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی بیوی کے علاوہ اپنی اولاد اور خاندان کے دیگر افراد کے اخراجات کے کفیل بھی ہوتے ہیں۔ ان کے برخلاف خواتین کے اخراجات ان کے شوہر برداشت کرتے ہیں لہٰذا میراث، مہر اور دیگر ذرائع سے انہیں جو آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اسے وہ جمع کرکے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔

نکاح و طلاق کے حقوق

اسلام سے پہلے خواتین کے سرپرست اسے ایسے مرد سے شادی کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ جسے وہ ناپسند کرتی تھی۔ اور اگر شوہر مرجائے۔ یا طلاق دے دے۔ تو

عورت دوسری شادی نہیں کرسکتی۔

اسلام نے ان تمام بری باتوں کا خاتمہ کیا اسلامی شریعت میں، نکاح میں ایجاب و قبول بہت ضروری ہے۔ اور عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔ لہذا اگر بچپن میں اس کے سرپرست کسی سے اس کا نکاح کردیں تو بالغ ہونے پر وہ ناپسندیدگی کی صورت میں اپنا نکاح فسخ کراسکتی ہے۔

اس کے علاوہ عورت کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اگر نکاح کے بعد شوہر ظالم یا ناکارہ ثابت ہو۔ یاکسی وجہ سے عورت اسے پسند نہ کرتی ہو۔ تو وہ مہر معاف کرکے یا مقررہ مال دے کر قاضی کے ذریعہ اپنا نکاح فسخ کراسکتی ہے۔ اس طریق کار کو خلع کہتے ہیں۔ بعض صورتوں میں اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو قاضی خود بھی نکاح کو خلع کے بغیر فسخ کرسکتا ہے۔ اگر شوہر فوت ہوجائے تو اسلامی طریقے کے مطابق عدت گزارنے کے بعد بیوہ عورت آزادانہ طریقہ پر اپنی مرضی کے مطابق دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ اس وقت سابق شوہر کے رشتہ دار یا معاشرہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ نکاح ثانی کو روک سکیں۔ یا اس بارے میں کوئی ناجائز دباؤ ڈالیں۔

طلاق کی صورت میں بھی عدت گزارنے کے بعد عورت نکاح ثانی کرسکتی ہے۔ بعض مقامات پر ہندوانہ معاشرہ کی تقلید میں نکاح ثانی کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ وہ خلاف شرع اور خلاف سنت نبوی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیوہ اور مطلقہ خواتین سے نکاح فرماکر اس رسم بد کا انسداد فرمایا۔

وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (پ ۲ سورہ بقرہ ۲۲۸)

"نیکی کی بنیاد پر خواتین کے ویسے حقوق ہیں جیسی ان کی ذمہ داریاں (فرائض) ہیں۔"

دیگر حقوق

اسلام نے دیوانی اور فوجداری قوانین میں مرد وزن میں کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے بلکہ اسلامی قانون کی نظر میں مرد وعورت دونوں مساوی ہیں۔ چنانچہ خواتین کی جان ومال اور عزت و آبرو کا تحفظ کرنا اسی قدر اہم ہے۔ جس قدر مردوں کی جان و مال اور عزت کا تحفظ کرنا ضروری ہے۔ بلکہ بعض حالات میں عورتوں کی عزت و آبرو کو زیادہ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ فسادات اور جنگوں میں خواتین کی عزت و آبرو کو خطرہ ہو۔

تعلیمی حقوق

اسلام نے خواتین کے لئے تعلیم اسی قدر ضروری قرار دی ہے۔ جس قدر مردوں کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ ان کی تعلیم وتلقین کے لئے خصوصی مجالس مقرر کی جاتی تھیں۔ اور آپ کی متعدد ازواج مطہرات کے ذریعہ بھی مسلم خواتین اپنے مخصوص مذہبی مسائل کی تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ چنانچہ کتب اسماء الرجال اور دیگر تواریخ وتذکروں میں بکثرت ایسی صحابیہ خواتین کے اسماء گرامی اور مختصر حالات مذکور ہیں۔ جنہوں نے براہ راست یا حضرت عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات کے توسط سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلامی تعلیمات حاصل کیں۔ اور پھر انہی تعلیمات کو احادیث کی صورت میں سینکڑوں راویوں تک پہنچایا۔ اور آگے چل کر ہزاروں مسلمانوں نے ان کی تعلیمات سے استفادہ کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رض کی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ ہے انہی ازواج مطہرات، صحابیات اور دیگر محدثہ و فقیہہ خواتین کی بدولت اسلامی تعلیمات کا ایک بہت بڑا حصہ ہم تک پہنچا۔ چنانچہ اب ہم سب قرون اولی کی ان مسلم خواتین کے مرہون منت ہیں۔ کیونکہ اگر وہ خود یہ تعلیم حاصل کرکے اسے آنے والی نسلوں تک نہ پہنچاتیں۔ تو اسلامی تعلیمات آج ناقص شکل میں ہوتیں۔

تعلیم نسواں کی اہمیت

اسلام میں تعلیم نسواں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں کنیزوں کو بھی تعلیم سے محروم نہیں رکھا۔ آپ بار بار صحابہ کرام کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی کنیزوں اور باندیوں کی تعلیم و تربیت میں خصوصی اہتمام کیا کریں۔ چنانچہ صحیح بخاری کی کتاب النکاح میں یہ حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جس شخص کے پاس نوعمر کنیز ہو۔ اور وہ اسے عمدہ تعلیم اور اسے تہذیب و شائستگی سکھائے۔ پھر اس کو آزاد کرکے اس سے نکاح کرلے۔ تو اسے دوگنا ثواب ہوگا۔"

اس حدیث شریف سے جس طرح تعلیم و تربیت کی اہمیت کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس زمانہ کی مروجہ غلامی کو پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اور آزاد کرنے کے لئے ہر طریقے سے نہ صرف ترغیب دیا کرتے تھے، بلکہ اس مظلوم اور لاوارث طبقے کا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے بھی اپنی انتہائی کوشش صرف فرماتے تھے۔ تاکہ یہ حقیر و کمتر غلام اور کنیزیں بھی تعلیم و تربیت حاصل کرکے اسلامی معاشرہ کا ایک معزز اور صالح رکن بن جائیں۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتا تھا۔ جبکہ کنیزوں کو مناسب تعلیم و تربیت دے کر انہیں اسلامی معاشرہ میں جذب کرلیا جائے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم کو عزت و احترام کا اعلی معیار سمجھتے تھے اور جب آپ کنیزوں کے لئے اس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ تو آزاد مسلم خواتین کے لئے تعلیم کو اس سے زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے تھے۔

دیگر نسوانی مراعات

اسلام میں عورت کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہے۔ کہ وہ بہترین منتظم خانہ بنے۔ لہذا اسلام نے اسے ان تمام فرائض سے سبکدوش کردیا تھا۔ جو بیرون خانہ انجام دیئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کو شریعت کی طرف سے مندرجہ ذیل مراعات حاصل ہیں۔

۱۔ ان پر سے روزی کمانے کا فرض ساقط ہوگیا ہے۔ اور ان کی بجائے مردوں پر ان کے اخراجات کے کفیل ہونے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ تاکہ خواتین اپنا تمام وقت امور خانہ داری اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر صرف کریں۔

۲۔ انہیں جہاد اور سخت جنگی خدمات سے سبکدوش کردیا گیا ہے۔ البتہ بوقت ضرورت وہ مجاہدین کی تیمارداری اور ان کی نجی خدمت کرسکتی ہے۔

۳۔ ان پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔ نیز ان کے لئے نماز باجماعت مسجد میں آکر پڑھنی ضروری نہیں ہے۔ اور ان پر نماز جنازہ بھی لازم نہیں ہے۔

ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے خواتین کے مزاج اور طبیعت کے مطابق ان کے حسب حال فرائض متعین کئے ہیں اور دیگر امور میں انہیں مردوں کے مساوی حقوق گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شعبۂ زندگی میں مسلم خواتین نے مردوں کے دوش بدوش کام کیا اور اسلامی تاریخ میں بھی

علم و فن میں نامور مسلم خواتین گزری ہیں۔

مجاہد خواتین

اسلام نے خواتین کے لئے جو حقوق و فرائض مقرر کئے ہیں وہ محض نظریات پر مبنی نہیں ہیں۔ مسلم خواتین کو یہ سب حقوق عملی طور پر حاصل تھے۔ اور قرون اولیٰ کی خواتین نے ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ ایک طرف وہ خانہ داری کے تمام فرائض محنت اور جانفشانی کے ساتھ انجام دیتی تھیں۔ تو دوسری طرف بوقت ضرورت جان و مال سے جہاد کرنے میں وہ کسی طرح مردوں سے پیچھے نہیں رہیں۔ جنگ کے موقع پر ہنگامی ضرورتوں کے لئے وہ اپنے زیور اور مال و دولت قربان کرتی تھیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ مہاجروں کے ساتھ ہجرت میں بھی شریک ہوئیں۔ اور جہاد کے موقع پر جہاد میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ وہاں ان سے جو خدمت لی جاتی تھی۔ اس کے انجام دینے میں وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتی تھیں۔ اور ازواج مطہرات بھی اس قسم کے کاموں کو انجام دیتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت عائشہ اور ام سلیم کو دیکھا کہ وہ جنگ کے دوران نہایت مستعدی کے ساتھ مشک بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جب وہ مشکیں خالی ہوجاتیں تو وہ دوبارہ بھر کر لاتیں۔"

جنگ میں خواتین کے فرائض

حضرت ام زیاد فرماتی ہیں کہ جنگ خیبر میں ہم چھ عورتیں جہاد میں شرکت کے لئے روانہ ہوگئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہماری شرکت کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے ہماری آمد کو پسند نہیں فرمایا۔ ہم نے عرض کیا:-

"یا رسول اللہ! ہم کو اون بننا آتا ہے۔ جہاد میں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ زخمیوں کی دوائیں بھی ہمارے پاس ہیں۔ لہٰذا جو کوئی زخمی یا بیمار ہوگا۔ ہم اس کی تیمارداری اور علاج کرسکیں گے۔ اور انہیں ستّو گھول کر پلائیں گے۔ اور اگر یہ کچھ نہ ہوسکا تو ہم تیر (اور دوسرے ہتھیار) اٹھاکر مجاہدین کو دیا کریں گے۔ ہماری یہ باتیں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں میدان جنگ میں شرکت کی اجازت دیدی۔" (سنن ابی داؤد)

حضرت صفیہ رضؓ کے کارنامے

مسلم خواتین ضرورت کے وقت اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار بھی اٹھالیتی تھیں۔ اور مردوں کو جہاد پر آمادہ کرتی تھیں۔ چنانچہ جنگ اُحد میں ایک غلط فہمی کی وجہ سے جب مسلمان بھاگنے لگے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھپھی حضرت صفیہ رضؓ نے بھاگنے والے مسلمانوں کے منہ پر برچھا مار مار کر واپس بھیجا۔ اسی طرح جب غزوۂ خندق میں آپ نے مسلم خواتین کو ایک قلعہ میں بند کردیا تھا۔ تو اس موقع پر یہودیوں کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اور حالات معلوم کرنے کے لئے ایک یہودی کو بھیجا۔ حضرت صفیہ رضؓ کو جب معلوم ہوا۔ تو وہ ایک خیمہ کا کھونٹا ہاتھ میں لئے باہر نکلیں۔ اور اس کا سر کچل دیا اس کے بعد اس کا سر کاٹ کر یہودیوں کے مجمع میں پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر یہودیوں پر رعب طاری ہوگیا۔ اور وہ حملے سے باز رہے۔

(اسد الغابہ)

اُبیّع بنت معبود انصاریہ صحابیہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر جنگوں میں شریک ہوئی تھیں۔ وہ زخمیوں کی تیمارداری اور علاج کرتی تھیں۔ مقتولین اور شہداء کی نعشیں اٹھاکر لایا کرتی تھیں۔ اسی طرح وہ اسلام کی حمایت کے لئے ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ ان کے والد حضرت معوذ ابوجہل کے قاتلوں میں سے تھے۔

حضرت اُم عمارہ رضؓ

حضرت ام عمارہ رضؓ انصاریہ کے مجاہدانہ کارنامے بھی بہت زیادہ مشہور ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر جنگوں میں شریک ہوئیں۔ وہ اُحد۔ حدیبیہ۔ خیبر۔ عمرۃ القضا اور حنین و یمامہ کی جنگوں میں خصوصیت کے ساتھ شریک رہیں۔ جنگ اُحد میں ان کے مجاہدانہ کارنامے بہت ہی قابل قدر ہیں۔ اس جنگ کے موقع پر ان کی عمر تنتالیس سال تھی۔ ان کے شوہر اور دو بیٹے بھی اسی جنگ میں شریک تھے۔ جب کافروں نے پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کیا۔ اور آگے بڑھنے لگے۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آگے آگئیں۔ اور نہایت بہادری کے ساتھ کافروں کو آپ کے نزدیک آنے سے روکتی رہیں۔ بعد میں انہیں ڈھال ملی۔ تو وہ اس کے ساتھ اپنی بہادری کے جوہر دکھانے لگیں۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ:-

"احد کی لڑائی میں جب مسلمان منتشر ہوگئے تھے۔ تو ابن قمیہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا۔ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔" یہ سن کر حضرت مصعب رضؓ بن عمیر اور چند آدمی اس کے مقابلے کے لئے آگئے۔ میں بھی ان میں شامل تھی۔ اس کافر نے میرے کندھے پر تلوار ماری اس کے جواب میں، میں نے بھی کئی حملے کئے مگر چونکہ وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس لئے ہمارے حملے اس پر کوئی اثر نہ کرسکے۔ مجھے اس جنگ میں کئی زخم آئے۔ مگر اس کے حملے سے جو زخم آیا۔ وہ سال بھر کے علاج سے بھی اچھا نہ ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو اس وجہ سے بھی نقصانات برداشت کرنے پڑے کہ کفار مکہ گھوڑوں پر سوار تھے اور ہم پیدل تھے۔ اگر وہ بھی پیدل ہوتے تو صحیح طریقے پر مقابلہ ہوسکتا تھا۔ تاہم جب کبھی ان کا کوئی گھوڑا سوار آکر مجھ پر حملہ کرتا تو میں اس کے حملوں کو ڈھال پر روکنے کی کوشش کرتی تھی۔ اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتا تھا۔ تو میں اس کے گھوڑے کی ٹانگوں پر حملہ کرتی تھی۔ ٹانگ کے کٹنے کے گھوڑا گر جاتا۔ اور اس کے ساتھ سوار بھی گر جاتا تھا۔ اس وقت میں اور میرا لڑکا دونوں مل کر اس کا کام تمام کر دیتے تھے۔"

حضرت ام عمارہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زید فرماتے ہیں:-

"جنگ میں میرا بایاں بازو زخمی ہوگیا اس کا خون کسی صورت میں نہ تھمتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس پر پٹی باندھ لو۔" اتنے میں میری والدہ (ام عمارہ) آگئیں۔ انہوں نے اپنی کمر میں سے کچھ کپڑا نکال کر پٹی باندھی۔ اس کے بعد مجھ سے فرمانے لگیں۔ "جا کافروں سے مقابلہ کر۔" ام عمارہ فرماتی ہیں۔ کہ اس وقت ایک کافر سامنے آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہی وہ شخص ہے جس نے تمہارے فرزند کو زخمی کیا ہے۔" یہ دیکھ کر میں آگے بڑھی۔ اور اس کی پنڈلی پر تلوار ماری۔ جس سے وہ زخمی ہوکر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے مسکراکر فرمایا۔ "تم نے اپنے بیٹے کا بدلہ لے لیا۔" اس کے بعد اور لوگ پہنچ گئے۔ اور انہوں نے اس کا کام تمام کردیا۔"

حضرت ام عمارہ نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے۔ بلکہ آپ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر رضؓ نے ان کی سرکوبی کے لئے مسلمانوں کے لشکر بھیجے۔ اس قسم کی ایک جنگ یمامہ میں بھی حضرت ام عمارہ نے شریک ہوکر مردوں

کی جہاد کیا۔ اس جنگ میں ان کا ایک دست مبارک بھی قطع ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ گیارہ زخم ان کے بدن پر آئے تھے۔ اور اسی حالت میں وہ مدینہ منورہ پہنچی تھیں۔
(طبقات ابن سعد)

دیگر خواتین کے کارنامے

اکثر اسلامی معرکوں میں ماں بیٹے کے ہمراہ، بہن بھائی کے ہمراہ، بیوی شوہر کے ہمراہ میدان جنگ میں رہی۔ ۱۳ھ میں دمشق کے حملہ کے دوران میں جب حاکم دمشق کے ہاتھوں ابان بن سعد شہید ہوئے۔ تو ان کے جنگی اسلحہ سے مسلح ہوکر ان کی جگہ ان کی بیوی ام ابان بنت عقبہ میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔ اور تیراندازی سے رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے جنگ یرموک میں ہند اپنے شیردل شوہر ابوسفیان کے ہمراہ اور اسماء بنت ابی بکر اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کے دوش بدوش جنگ اجنادین میں ام حکیم اپنے شوہر سردار حارث بن ہشام مخزومی کے ساتھ جزیرہ قبرص کی مہم میں ام حرام اپنے شوہر عبادہ بن الصامت کے ہمراہ، روم و شام کے معرکوں میں عزنہ بنت عامر اپنے شوہر سلمہ بن عود کے ہمراہ رہ کر اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتی اور دشمنوں سے داد تحسین پاتی رہیں۔

عورت اور رحمت

غرضیکہ طلوع اسلام سے قبل عورت کو نہ صرف ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ اسے ایک برائی۔ ایک نکبت اور ایک زحمت سمجھا جاتا تھا۔ مگر اسلام نے
جور و ستم کی چکیوں میں پسنے والی صنف نازک کو بھی پوری قوت کے ساتھ اپنے دامن حمایت کے سایہ میں لے لیا۔ ناموس نسواں کی قدر و قیمت کو زندہ کیا گیا۔ اس راہ میں کسی قسم کی چشم پوشی روا نہ رکھی گئی۔ بدکاری اور بے آبروئی کے جتنے سرچشمے تھے ایک ایک کرکے بند کئے گئے۔ ازدواجی تعلقات کے آئین و قانون کو حدود میں لاکر جنسی میلانات کو اعتدال و ضابطہ کا پابند بنایا گیا۔ اور نسل انسانی کے اضافہ کے صحت بخش طریقے نافذ کئے گئے۔ عائلی زندگی کو خوشگوار ماحول کے قالب میں ڈھالا گیا۔ اور بجائے لعنت کے عورت رحمت و سکینت کا مظہر ٹھرائی گئی۔"

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین

جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب نقشبندی قادری خطیب جامع مسجد لیبرور۔

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ ولا نبوۃ بعدہٗ لا رسول بعدہٗ ولا رسالۃ بعدہٗ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف اشتراکیت کی نسبت بدترین اقدام ہے حضرت مسیح الاسلام ابوذر غفاریؓ یا دیگر صحابہ کرام سب کے سب نور توحید کے دیوانے اور اور شمع ختم نبوت کے پروانے تھے وہ دین کی عزت و عظمت کے لیئے بڑی سے بڑی قربانی کے لئے ہمیشہ ہر لمحہ تیار رہتے تھے ان کی زندگی کا ہر لمحہ فدائیت کا بے نظیر نمونہ ہے مال و دولت، عزت و ناموس، اولاد اور جاہ و جلال یہ سب چیزیں دین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے ہمیشہ قربان کرتے رہے۔ رضاء الہٰی کے سوا ان کا کوئی نصب العین نہ تھا۔ اور کتاب و سنت کے علاوہ کوئی ان کا پروگرام نہ تھا۔ احکام نبویہ کی حفاظت ہر لمحہ ان کی نظر میں رہتی تھی۔ حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر چلنا ان کی غذاء روح تھی۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے لاکھوں واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔ واقعہ بیان کرنے سے پہلے ناظرین کرام ایک مسئلہ اپنی نظر میں رکھ لیں صلوٰۃ ظہر، صلوٰۃ عشاء، صلوٰۃ مغرب کے فرض ادا کرنے کے بعد دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ان دو سنتوں کو ادا کرنے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے آگے بڑھ کر یا پیچھے ہٹ کر یا دائیں بائیں ہوکر جگہ بدل کر دو سنتیں پڑھی جائیں اگر کوئی آدمی ان تینوں نمازوں میں اپنے قدموں پر کھڑا ہوکر دو سنتیں ادا کرلے تو رکعتیں سنت ہی ادا ہوں گی لیکن اتنی بات ہے کہ اس طرح کرنے سے پسندیدہ طریقہ نہ ہوگا واقعہ یہ ہے کہ حضرت امیر عمرؓ نے اپنے سامنے والی صف میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ فرض ادا کرکے سنتیں پڑھنی چاہتا ہے اندازے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے قدموں پر اٹھ کر ہی جگہ بدلے بغیر ادا کرنی چاہتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے بہت جلدی آگے بڑھ کر اس کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور فرمایا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ جگہ بدلنا زیادہ بہتر ہے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ سنت نبویؐ کے خلاف کسی مسلک کو پسند نہیں کرتے۔ اس لئے صحابہ کرام کی طرف اشتراکیت کو منسوب کرنا سب و شتم کے مترادف اور ان کی نورانی سیرت پر بدنما داغ ہے اس لئے اصحاب قلم کو صحابہ کرامؓ کی طرف ایسی ناپاک تحریروں کی نسبت کرنے سے مستقبل میں گریز اور گذشتہ تحریروں سے توبہ کرنی چاہیئے۔ مال و دولت کی تقسیم کا بہترین طریقہ اسلام نے پیش کیا ہے اور خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے اس کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو مال و دولت کی تقسیم اور نظامِ حکومت کو چلانے میں صحابہ کرامؓ کے مسلک پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

●

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۵ فروری ۱۹۶۸ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۲)

آج سورۃ ہود کے پہلے رکوع کی آخری دو آئتیں تلاوت کی گئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج یہ سورت ختم ہو جائے کیونکہ اکتوبر ۱۹۶۷ء سے یہ سورت شروع ہے۔ قرآن تو اللہ کا کلام ہے اسے جتنی بھی تشریح کے ساتھ بیان کیا جائے یہ اپنے آپ کو خود کھولتا چلا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا۔ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ۔ اور اللہ وہی ذات ہے جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں۔ سورتِ بقرہ میں اور دوسری چند سورتوں میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے علم اور اپنی وسعتِ اقتدار کو بیان فرماتے ہیں کہ مجھے تم کچھ معمولی حقیقت نہ سمجھو۔ ساری کائنات کا خالق میں، آسمانوں کا میں بنانے والا، زمینوں کا میں بنانے والا، ساری کائنات میں میرا ہی تصرّف اور میرا ہی حکم چلتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو میں نے بنایا چھ دن میں۔ "چھ دن" سے کیا مراد ہے؟ علماءِ تفسیر نے اس کی تشریح تو بہت لمبی کی ہے۔ خلاصہ یہ سمجھ لیجئے جہاں تک ہمارا خیال ناقص ہے، اکابر سے سنا، یہ بات سمجھائی یوں کہ جتنا جلدی بن سکے۔ ہمارے محاورے میں ایک ہفتہ بڑا معمولی سمجھا جاتا ہے۔

تو فرمایا کہ میں نے زمینوں اور آسمانوں کو بہت جلدی بنایا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے ہاں تو کسی چیز کا احتیاج نہیں۔ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (بقرہ ع۱۴) جب کسی بات کو وہ کرنا چاہیں، وہ فرمائیں "ہو" وہ بس ہو جاتی ہے۔ وہاں تو لمبی چوڑی بات ہی نہیں۔ تو یہ میرے آپ کے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ جتنا کام تم چھ دنوں میں کر سکو میں نے اس کائنات کو اتنا جلدی بنایا کہ اس سے جلدی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے کُنْ کہا، ساری کائنات بن گئی۔

وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ۔ اور زمین اور آسمان کی اس تخلیق سے پہلے جو ہم دیکھ رہے ہیں، اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ کیا مقصد؟ کہ ساری کائنات، آج جو علم الافلاک، علم ریاضیات اور علم طبقات الارض پر بحث ہو رہی ہے قرآن مجید میں یہ سارے علوم موجود ہیں۔ یہ غلط کسی نے کہہ دیا یا دیسے کہ قرآن مجید ہمیں ترقی سے روکتا ہے، قرآن مجید ہمیں علومِ سائنس سے روکتا ہے۔ یہ کس نے کہا؟ خواہ مخواہ اسلام کے خلاف بھائی یہ تو الزام ہے۔ قرآن مجید نے تو ہمیں سکھایا دنیا بھی حاصل کرو، دین بھی حاصل کرو۔ قرآن تو یہ فرماتا ہے کہ خدا کے باغی نہ بنو، خدا کے منکر نہ بنو، دین کے مخالف نہ بنو، قرآن کبھی ترقی کے راستے میں رکاوٹ نہیں۔ قرآن تو وہ سب سے پہلی کتاب ہے جس نے یہود اور نصاریٰ کو، ہنود کو اور دنیا کی ساری قوموں کو ترقی کے زینے بتائے۔ ترقی کی طرف ان کو راغب کیا اور قرآن کا احسان تو دنیا کی کوئی قوم کبھی اتار ہی نہیں سکتی۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ آج مسلمان بعض کہلانے والے یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسلام یا قرآن ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ میرے بزرگو! قرآن اور اسلام ترقی کے راستے میں رکاوٹ نہیں۔ میں صرف ایک چھوٹی سی بات عرض کر دیتا ہوں — دیکھئے آج ۱۳۸۷ سال ہو چکے ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب مکّہ مکرمہ چھوڑا اور مدینہ منوّرہ تشریف لائے جہاں سے اسلامی فتوحات شروع ہوتی ہیں تو یوں سمجھ لیجئے چودہ سو سال اسلام کو ہو گئے۔

میرے بزرگو اور میرے بھائیو! جو دین ایسے ایک ملک میں شروع ہوتا ہے جس ملک میں اس زمانے کے مطابق بھی کوئی ترقی نہیں تھی۔ عرب میں اس زمانے کے مطابق بھی کوئی ترقی نہیں تھی، یعنی وہ لوگ جو لکھنا نہیں جانتے تھے، پڑھنا نہیں جانتے تھے، جن کے ہاں کوئی خاص سیاسی شعور اور تمدّن نہیں تھا، وہاں ایک دین نے اپنا ظہور کیا یعنی دین ظاہر ہوا اور میرے بزرگو! وہ دین چودہ سو سال کی عمر طے کر آیا، اس چودہ سو سال کے زمانے میں دین نے کتنے انقلاب دیکھے، کتنے مقابلے ہوئے، کتنی تکلیفیں برداشت کیں، لیکن دین چلتا چلتا آج یہاں پہنچ گیا، ساری دنیا میں آج تقریباً اسّی کروڑ انسان پڑھتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ — تو اسلام اگر ترقی کے راستے میں روڑے اٹکاتا تو اتنی لمبی عمر پاتا؟ موٹی سی مثال ہے میرے بھائی! کسی آدمی سے آپ پوچھتے ہیں بتا بھائی تیری عمر کتنی ہے؟ وہ کہتا ہے جی میری عمر ۱۲۰ سال ہے (یعنی پہلے زمانے کا) آج تو ہم چالیس سے آگے نہیں بڑھتے، جو ہماری خوراکیں ہیں، ہمارے اعمال ہیں، یہ اعمال تو ہمارے بھائی ہمیں تباہ کر رہے ہیں اسی لئے حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں لَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ۔ نیکی عمر بڑھاتی ہے — عمر بڑھنے کا مطلب کیا؟ عمر میں برکتیں نیکی سے پیدا ہوتی ہیں۔ آج جو ہم بداعمالیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اس سے ہماری زندگی لمبی کیسے ہو سکتی ہے؟ بداعمالیاں تو انسان کے اعمال کو خراب کرتی ہیں اور اعمال کا اثر پھر زندگی پر پڑتا ہے زندگی پھر بے نور اور بے برکت ہو جاتی ہے، صحتیں پھر گر جاتی ہیں، صحت اور زندگی اُسی کی توانا رہتی ہے میرے بھائی! جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو آپ جانتے ہی ہیں آج جتنی ہم میں ہے۔

(باقی آئندہ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک گاؤں جس کی کل آبادی پانچ سو کے لگ بھگ ہے وہاں پر جمعہ ادا کیا جاتا ہے یا نہیں۔ اور جمعہ کی ادائیگی کے ساتھ کیا ظہر کی پوری نماز ادا کرنی ہوگی۔ موجودہ امام صاحب جمعہ کے فرضوں کے بعد ظہر کی پوری نماز ادا کرنے کو کہتے ہیں۔

سوال مورخہ ۱۸ر اپریل جمعۃ المبارک کو ہمارے ہوسٹل کے امام صاحب ہوسٹل والی مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے مقرر کردہ طالب علم نے خطبہ نماز جمعہ کرانے کے فرائض انجام دیئے۔ حالانکہ طالب علم مذکور کی ڈاڑھی مبارک مٹھی بھر سے کم ہے۔ اور وہ ڈاڑھی مبارک کو ترشواتے رہتے، تو کیا ایسے امام کے پیچھے جس کی ڈاڑھی کٹوانے کی وجہ سے مٹھی بھر سے کم ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں!

اگر ناجائز ہے تو کیا نماز کا لوٹانا سب مقتدیوں پر ضروری ہے؟

احقر الانام طاہر عفی عنہ

الجواب

آیت شریفہ کے لفظ وَذَرُوا الْبَيْعَ اور وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَانِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا کے اشارات اور حدیث لاجمعہ ولا تشریق الا فی مصر جامع کی صراحت سے جمعہ صرف شہر ہی میں جائز ہے البتہ شہر حقیقی ہو یا حکمی۔ حکمی وہ بڑی آبادی ہے جس میں شہر کی سی خصوصیات پائی جاتی ہوں کہ کئی بازار ہوں ضرورت کی سب چیزیں ملتی ہوں کوئی حاکم یا سرپنچ وغیرہ فیصلہ کے لئے ہو اور آبادی قریب چار ہزار کے ہو تو وہاں جمعہ جائز بھی ہے اور فرض بھی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر جمعہ نہ فرض ہے نہ جائز بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ وہ نماز نفل باجماعت ہوگی۔ اور اس طرح جماعت سے نفل مکروہ ہیں اور ظہر چھوڑنے کا گناہ سخت الگ ہوگا۔ اگر ظہر الگ پوری پڑھ لی گئی تو جماعت نفل کا گناہ تو رہا۔ اور ترک جماعت ظہر کا گناہ بھی ہوا اور اس کا بھی ہوا کہ جہاں جمعہ مکروہ تحریمی تھا وہاں اس کا سلسلہ قائم کرکے سب کو مکروہ تحریمی میں تاقیامت مبتلا کر دیا ہے۔ پھر اس کے بانی کو ہر ایک کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا۔ جیسے احادیث سے ہر برے کام کے بانی کے لئے یہ وارد ہے۔ اور عام لوگوں کو اس غلطی میں مبتلا کرنے کا گناہ ہوگا کہ ایک وقت میں دو نمازیں اسی وقت کی جائز ہیں حالانکہ حدیث میں ہے لا تصلی صلوٰۃ مرتین کہ دوبار پڑھنا جائز نہیں۔ چونکہ اصل نماز ظہر کی ہے جمعہ اس دن کی فضیلت سے اسی کی دوسری صورت ہے دونوں کا پڑھنا دوبار نماز پڑھنا ہے، یہی گناہ ہے۔ واللہ اعلم

۲۔ ایک مٹھی سے کم کٹوانا تمام مذاہب مجتہدین اور علمائے دین میں کسی کے نزدیک مباح نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ڈاڑھی بڑھاؤ۔ لٹکاؤ۔ زیادہ کرو۔ پوری کرو وغیرہ سے رکھنا واجب ہے۔ اور ایک مٹھی رکھنا سنت ہے۔ ایک مٹھی سے کم ترک واجب ہوا جو گناہ کبیرہ ہے۔ اور کبیرہ کرنے والا فاسق، اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ اور مکروہ تحریمی نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے کو امام نہ بنایا جائے۔

جمیل احمد تھانوی
مفتی جامعہ اشرفیہ۔ مسلم ٹاؤن، لاہور

پولیس مجھے ایک فرلانگ تک گھسیٹتی ہوئی ٹرک میں سوار کرانے کے لئے لے گئی تھی،

ٹرک میں ایک سپاہی نے میری داڑھی نوچی اور دوسرے نے میری پشت پر لاتیں ماریں

ہائی کورٹ میں مولانا عبید اللہ انور کا بیان، مزید سماعت یکم اکتوبر ہوگی

لاہور ۱۴ر جولائی۔ مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس شیخ شوکت علی کی عدالت میں ڈی ایس۔ پی۔ مسٹر محمد شریف چیمہ کے خلاف جمعیت علمائے اسلام کے صوبائی ناظم مولانا عبید اللہ انور کے استغاثہ کی سماعت ہوئی۔ موسم گرما کی تعطیلات کے باعث اب مزید سماعت یکم اکتوبر کو ہوگی۔

آج صرف مولانا عبید اللہ انور کا بیان قلم بند کیا جا سکا۔ عدالت کا وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر فتح خاں بندیال اور سٹی مجسٹریٹ سید ناصر علی شاہ کے بیانات قلم بند نہیں کیا جا سکے۔

مستغیث مولانا عبید اللہ انور نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں جمعیت العلمائے اسلام مغربی پاکستان کا امیر ہوں۔ گزشتہ سال دسمبر میں میری جماعت نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ جمعۃ الوداع کے دن نماز کے بعد ایک احتجاجی جلوس نکالا جائے ہماری جماعت نے فیصلہ کیا کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن اس میں آج تک اسلامی قانون نافذ نہیں کیا گیا۔ اس لئے ہمیں پرامن مظاہرہ کے ذریعہ حکومت سے اسلامی قانون نافذ کرنے کا مطالبہ کرنا چاہئے وقوعہ کے روز میں نے وعظ کیا پھر مفتی محمود نے تقریر کی اور میں نے امامت کی مفتی محمود نے اپنی تقریر میں جلوس میں شریک ہونے والوں کو ہدایت کی کہ دو دو کی قطاروں میں چلیں اور ہر قطار میں کم از کم چار پانچ فٹ کا فاصلہ ہو۔ کوئی نعرہ نہ لگایا جائے۔ اور پرامن رہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ گزشتہ کئی سالوں سے بیرون مستی گیٹ کے میدان میں نماز عید ہوتی ہے۔ میدان کے گرد قناتیں لگا دی جاتی ہیں۔ عورتوں کے لئے علیحدہ انتظام ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ اس روز ۲ بجے نماز جمعہ ختم ہوئی۔ تقریباً چالیس پچاس ہزار افراد کا اجتماع تھا میں نماز ختم ہوتے ہی چند ساتھیوں کے ساتھ باہر آیا۔ تاکہ جلوس کو ترتیب دے سکوں۔ اس وقت لوگوں کی اکثریت نوافل پڑھنے میں مشغول تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اور مرزا غلام نبی جانباز نے ایک بینر پکڑا ہوا تھا جس پر پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ لکھا تھا۔ ابھی ہم چلے بھی نہ تھے کہ مسٹر چیمہ سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ میدان میں موجود لوگوں کو مارتے ہوئے ہماری طرف لپکے اور ہم پر بھی بید برسانے شروع کر دیئے۔ پولیس والوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے بچانے کی خاطر میرے گرد گھیرا ڈال دیا۔ لیکن پھر بھی پولیس کی بید زنی سے نہ بچ سکا۔ انہوں نے کہا کہ پولیس نے بینر پر بید برسائے۔ اور اسے پھاڑ ڈالا۔ پھر اس پھٹے ہوئے بینر کو پولیس اپنے ساتھ لے گئی مولانا نے مزید کہا کہ پولیس والے مجھے گھسیٹ کر ایک فرلانگ کے فاصلے پر کھڑے ہوئے ٹرک تک لے گئے راستے میں مجھے زدوکوب کیا گیا ٹرک کے اندر ڈی۔ ایس۔ پی کے اشارے پر

ایک سپاہی نے میری داڑھی کھینچی۔ اور دوسرے نے میری پشت پر زور سے لاٹھیں ماریں میں روزے سے تھا اور اس مارپیٹ کی وجہ سے میرے پیٹ میں سخت درد شروع ہوگیا۔ میں نیم بے ہوش تھا۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اشارہ کرنے والا ڈی۔ ایس۔ پی چیمہ تھا۔ یا کوئی اور تھا۔ پولیس نے دو ٹرکوں میں ہم لوگوں کو بھر کر شاہدرہ لے گئی۔ وہاں ہی نے تھانہ شاہدرہ کے ایک سپاہی کو دس روپے دے کر کھانے کی چیزیں منگوائیں۔ اور وہاں ہم نے روزہ افطار کیا۔ مجھے اس تمام وقت میں مسلسل درد رہا پھر پولیس ہمیں تھانہ کوتوالی لائی۔ اور حوالات میں بند کر دیا۔ صبح جب میں پیشاب کرنے گیا۔ تو مجھے پیشاب میں خون آیا۔ اور اس کے ساتھ خون کی قے آئی پھر مجھے اور میرے ساتھیوں کو بس میں بھر کر مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کر دیا گیا۔

انہوں نے بتایا کہ میں نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو اپنی تکلیف سے آگاہ کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ڈاکٹر کو بلوا کر مجھے دکھایا۔ ان دنوں جیل کا ڈاکٹر رخصت پر گیا ہوا تھا۔ اگلے دن سپرنٹنڈنٹ نے مجھے جیل کے دفتر میں بلوایا اور مجھے ایک کاغذ پر دستخط کرنے کو کہا وہ کاغذ دو ہزار روپے کے ذاتی مچلکہ کا فارم تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈی۔ ایس۔ پی چیمہ بھی دفتر میں آگئے۔ اور انہوں نے کہا کہ انہیں ڈسٹرکٹ مسٹر فتح خاں بندیال نے ہدایت کی ہے۔ کہ آپ کا علاج کرایا جائے۔ پھر وہ مجھے پولیس کی جیپ میں اپنے ساتھ لائے۔ راستہ میں انہوں نے کہا کہ عید کے دن کی وجہ سے ہسپتال میں تو کوئی ڈاکٹر نہ ہوگا۔ آپ کا اگر کوئی عزیز ڈاکٹر ہو تو اس کا پتہ بتائیں۔ میں نے کہا کہ میرا ماموں ڈاکٹر ہے۔ جب اس کے کلینک میں پہنچے تو وہ نہ ملے۔ پھر مسٹر چیمہ میرے گھر پر چھوڑ گئے۔ گھر والوں نے میری خراب حالت دیکھ کر مجھے اسی رات میو ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ وہاں ڈاکٹر موجود تھے انہوں نے فوراً میرا معائنہ کیا اور علاج شروع کر دیا

حضرت مولانا محمد الیاس مدظلہ کی علالت

حضرت مولانا محمد الیاس مدظلہ چند دنوں سے علیل ہیں تمام بزرگوں اور دوستوں سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے خصوصی دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ اور عاجلہ سے سرفراز فرمائیں آمین (حاجی بشیر احمد)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دیں۔

حولیاں میں

۲۴ر جولائی بروز جمعرات مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی بعد نماز عشا اہالیان حولیاں سے خطاب فرمائیں گے

قصور میں مجلس ذکر

جامعہ قاسمیہ کوٹ مراد خاں شہر قصور کے زیر اہتمام جامع مسجد میں حسب سابق ۹ جمادی الاول بمطابق ۱۸ر جولائی بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب مجلس ذکر منعقد ہوگی جس میں جناب قاری محمد یحییٰ صاحب ہمدانی تلاوت قرآن کریم اور حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی روحانیت کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے (قاری حبیب اللہ قادری مہتمم جامعہ قاسمیہ قصور)

درس قرآن و حدیث

از حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ——— مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

درس قرآن مجموعہ سال اول	ہدیہ	۳	روپے	تمام مجموعوں کا رعایتی ہدیہ ۱۲ روپے پیشگی آنے پر کتب ارسال خدمت ہوں گی
〃 〃 〃 دوم	〃	۳	〃	
〃 〃 〃 سوم	〃	۳	〃	
〃 〃 〃 چہارم	〃	۳	〃	
انوار الحدیث مجموعہ سال اول	〃	۳	〃	

دار الارشاد، کیمبلپور

بچوں کا صفحہ

پانی پلانے کا ثواب

(ابوالریاض بہاولپور)

ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ میری والدہ فوت ہو چکی ہے۔ اُس کے ایصال ثواب کے لئے کوئی صدقہ جاریہ تجویز فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانی کا کنواں کھود کر وقف کردو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے کنواں کھدواکر وقف کردیا۔ اور اس کا نام بِیرِ اُمِّ سعدؓ رکھا۔ جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک پیاسے کُتے کو کیچڑ چاٹتے دیکھا۔ پانی گہرائی پر تھا، اُس نے اپنا کپڑا بھگوکر کُتے کی پیاس بجھائی اور اس طرح وہ جنت کا مستحق ہوگیا۔ گویا پیاسے حیوان کو پانی پلانا بڑے ثواب کا کام ہے۔ تو انسان پھر مسلمان کو پانی پلانے کا کتنا ثواب ہوگا۔

اصطلاحی طور پر پانی پلانے والے کو بہشتی بھی کہتے ہیں۔ گویا پانی پلانا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور ایسا آدمی بہشت کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اس لئے ہمارے ملک میں سقّوں کو بہشتی بھی کہتے ہیں۔

اسلامی جنگوں میں زخمی اور پیاسوں کو پانی پلانے کا باقاعدہ انتظام ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک جنگ کے واقعہ میں لکھا ہے، کہ ایک صحابی اپنے زخمی بھائی کو پانی پلانے کے لئے پہنچے۔ تو نزدیک سے العطش کی آواز سُن کر زخمی صحابی نے اپنے بھائی کو اشارہ کیا کہ پہلے اُسے پانی پلایا جائے۔ لیکن جب پانی اُن کے پاس لے جایا گیا۔ تو پیاس پیاس کی ایک اور آواز آئی۔ چنانچہ دوسرے زخمی پیاسے نے بھی تیسرے زخمی پیاسے کی طرف پانی لے جانے کا اشارہ کیا۔ گویا صحابہ کرام کے دل میں ایثار اور قربانی کے ساتھ پانی پلانا بڑا درجہ سمجھا جاتا تھا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ گرمیوں میں ٹھنڈے پانی کی سبیلیں لگاتے ہیں اور حسبِ توفیق پانی پلانا عین ثواب سمجھتے ہیں۔ جابجا سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ اور اس طرح پیاسے لوگوں کی پیاس بجھاکر دعا لیتے ہیں۔ اور اللہ پاک کو راضی کرتے ہیں۔ گویا پیاسے کو پانی پلانا بڑا ثواب سمجھتے ہیں۔ اور اس میں شک بھی کوئی نہیں۔

پاکستان بننے سے پہلے ہر اسٹیشن پر مسلمان اور ہندو الگ الگ پانی پلانے والے موجود ہوتے تھے۔ جو مسلمان اور ہندو کی آوازیں لگاتے پھرتے تھے۔ کیونکہ وہ گورنمنٹ کی طرف سے سرکاری طور پر مسافروں کو پانی پلانے پر معمور تھے۔ آجکل بڑے بڑے اسٹیشنوں پر ٹھنڈے پانی کا بندوبست تو پایا جاتا ہے۔ لیکن اس پانی کو مسافروں تک پہنچانے کا کوئی بندوبست نہیں۔ الاّ ماشاء اللہ۔ آپ دیکھیں بچّے اور عورتیں کس طرح بلبلاتے ہیں۔ مگر وہ خود گاڑی کے چھوٹ جانے کے ڈر سے نیچے نہیں اترتے۔ اور پانی اِن تک نہیں پہنچ سکتا۔ کہیں کہیں ایک آدھ قُلی یا واٹرمین پانی لئے خاموش پھرتا نظر آجاتا ہے لیکن چھوٹے اسٹیشنوں پر تو بالکل پانی کا انتظام ہوتا ہی نہیں۔ الاّ ماشاء اللہ، واٹرمین تو کیا پانی کا بندوبست ہی نہیں۔ کہیں مٹکے نہیں کہیں کوزے نہیں۔ بچے بوڑھے اور عورتیں صبر کرکے گزرجاتے ہیں۔ کاغذات میں تو پانی پلانے والے واٹرمین موجود ہیں لیکن عملی طور پر پانی پلانے والے واٹرمین خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ ابتدائی مثالیں تو کارخیر اور صدقہ جاریہ کی ہیں۔ لیکن یہ آخری مثال ثواب کی بجائے اُلٹا عذاب خریدنے کے مترادف ہے۔ اس کی ذمہ داری اُن لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو دانستہ یا غیردانستہ طور پر اپنے فرائض سے غفلت برتتے ہیں۔ یاد رکھیئے جس کام کی تنخواہ ملتی ہے۔ اس کام کا نہ کرنا بھی اپنی تنخواہ کو حرام کرنے کے برابر ہے۔ اور اس کی ذمہ داری اُس آدمی یا افسر پر عائد ہوتی ہے۔ جو ایسے اہم کام پر مامور آدمی سے بازپرس نہیں کرتے۔ یا ماتحت عملہ سے سرکاری ڈیوٹی یا گاڑی کے وقت ذاتی کام لیتے ہیں۔

قیامت کے دن یہ سب بازپرس ہوگی۔ قبر حشر اور نشر میں ان لوگوں کو عذاب اس لئے ہوگا کہ لوگوں کو پیاسے رکھا اور طرّہ یہ کہ عملہ کو نجی کام پر لگائے رکھا۔ پانی پلانے والے کی آواز کہاں سے آئے۔ بسوں کے اڈوں پر ٹھنڈا پانی مل جاتا ہے، خواہ آنہ گلاس ہی سہی مل تو جاتا ہے۔ بچّے بوڑھے جوان سب پی لیتے ہیں۔ مگر اسٹیشنوں پر پانی نہ ملنے سے امیر لوگ تو آٹھ دس آنے خرچ کرکے سوڈا کی بوتلیں پی لیتے ہیں۔ مگر عام لوگ منہ تکتے اور عام پانی کے لئے بھی ترستے رہ جاتے ہیں۔

ذمہ دار حضرات کو اس کارخیر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ آجکل گرمیوں کے دن ہیں۔ مسافر تنگ نہ ہوں۔ فرائض کے علاوہ پانی پلانا ویسے بھی ثواب کا کام ہے۔

خدا توفیق دے۔ جہاں معقول بندوبست ہے وہ حضرات معاف رکھیں۔ جہاں پانی کا انتظام نہیں وہ توجہ دیں۔

خدا نیکی کی توفیق دے۔

جزاک اللہ

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

۱۸/ جولائی ۱۹۶۹ء

ٹیلیفون ۶۷۵۱۵

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۸/۲۷-۲-۶۰ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۶۰/GM۲-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	..	۱۱
" " ششماہی	..	۶
" " " "	..	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	..	۴۲
" " بحری جہاز "		۱۱
" " ہوائی ڈاک ششماہی	..	۲۱
" بحری "	..	۶
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
" بحری "	۸۰	۱۸

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ منیجر ماہنامہ "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کر کے ڈاک خانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں۔

(سرکولیشن منیجر)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا